اشارۂ پنہاں
سجاد ترمذی

Marfat.com

اشارۂ پنہاں

سجاد ترمذی

فکشن ہاؤس

• لاہور • حیدرآباد • کراچی

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

Marfat.com

Marfat.com

اشارۂ پنہاں

بعض اہم قرآنی آیات میں پوشیدہ پیغامات

اُن کے مطالب' مفاہیم اوران کی شان نزول وغیرہ

سجاد ترمذی

Marfat.com

۲۹۷،۴۴
۱۵۰ س
۱۲۷۵۵۱

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب : اشارۂ پنہاں
مصنف : سجاد ترمذی
اہتمام : ظہور احمد خاں
پبلشرز : فکشن ہاؤس لاہور
کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور
پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور
سرورق : ریاض ظہور
اشاعت : 2012ء
قیمت : -/240 روپے

تقسیم کنندہ:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-37249218-37237430

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدرآباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی

فکشن ہاؤس

● لاہور ● حیدرآباد ● کراچی

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

Marfat.com

وہ اک اشارۂ پنہاں کہ سب مراحلِ شوق
مسافرانِ محبت پہ ہوگئے آساں
سیّد رضی ترمذی

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے سوانح حیات

Ali –The Manifesting Imam

کے مؤلف برادرِ عزیز

بریگیڈیئر (ر) سیّد احمد ارشاد ترمذی مرحوم

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو حقیقت سے آگاہ ہے، اُسے لوگوں کے خوف سے سچ کہہ دینے سے نہیں ہچکچانا چاہیے کہ سچ کہہ دینے سے نہ تو موت اس کے قریب تر آجائے گی اور نہ ہی مال و دولت اس سے دور ہو جائے گا۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

اشارۂ پنہاں

صفحہ نمبر	عنوان
15	پیش لفظ
19	اظہارِ تشکر
22	1- دعوتِ عشیرہ
28	2- آیتِ درود
35	3- وحی اور قولِ رسولؐ
40	4- آدابِ محفلِ رسالت مآبؐ
49	5- نبی اور رسول کے جانشین کی نامزدگی
57	6- پچھتاوا
61	7- ہجرت کی رات
67	8- قابلِ تعظیم ارفع واعلیٰ گھر
72	9- جھوٹوں پر خدا کی لعنت
76	10- امامِ مبین

Marfat.com

11- طاہر و مطہر پنجتن پاکؑ 80
12- تاجدارِ ھل اتیٰ 85
13- اللہ اور رسول کا مددگار 90
14- ہدایت یافتہ 99
15- فتحِ مبین 107
16- علیؑ مولا 114
17- اجر رسالت کی ادائیگی کے بارے میں سوال 121
18- عذاب کا طلب گار 130
19- ذبحِ عظیم 134

متفرق مضامین

20- ابرہہ کا انجام 143
21- شعلے کا باپ 147
22- ہتک آمیز رعونت 150
23- امن و سلامتی اور جدال و قتال 152
24- مسلم اور منافق 161
25- امتحاں اور بھی ہیں 190
26- امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فضائل 211

Marfat.com

پیش لفظ

قرآن مجید کا معنی کے ساتھ غور سے مطالعہ کرنے والے قارئین نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ بہت سی آیات محض ایک ''اشارۂ پنہاں'' کے طور پر نازل ہوئیں اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات میں پوشیدہ خالق کائنات کے پیغام کو اس لیے اس کی مخلوق تک نہایت آسانی سے پہنچاتے رہے کہ پوشیدہ اور پنہاں تفصیلات اس وحی میں شامل ہوتی تھیں جس کے ذریعے وہ آیات ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر سورۂ رعد کی تینتالیسویں آیت میں ارشاد رب العزت ہوا:

''ویقول الذین کفرو........... عنده علم الکتاب''O

اردو ترجمہ:

''(اے رسولؐ) کافر کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو۔ تو تم ان سے کہہ دو کہ میرے تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص کافی ہیں جس (شخص) کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

غور فرمائیے کہ جس ہستی کا گواہ کے طور پر ذکر کیا جا رہا ہے، کافر اس منتخب اور برگزیدہ ہستی کو کیسے پہچانیں گے، نہ تو اس ہستی کا نام لیا گیا ہے، نہ ولدیت بتائی گئی

Marfat.com

ہے۔ اگر بتایا گیا ہے تو صرف یہ کہ اس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ کس کتاب کا علم ہے، یہ بھی نہیں بتایا گیا۔ اگر مراد یہ ہے کہ کتابِ ہدیٰ یعنی قرآنِ پاک کا علم تو کافروں کو کیسے یقین آئے گا کہ وہ قرآن جس کی ابھی تک محض گنتی کی چند سورتیں نازل ہوئی ہیں، اس فرد کو اس ساری کتاب کا علم ہے اور اگر جو سورتیں ابھی تک نازل ہی نہیں ہوئیں، اس شخص کو ان کا بھی علم ہے تو کافروں کو یہ بھی بتانے کی ضرورت ہوگی کہ وہ علم اس ہستی کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی عطا کر دیا گیا ہے' مگر پھر ان کو اس حقیقت کا بھی قائل کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ تو آپ نے غور فرمایا کہ مندرجہ بالا آیت محض ایک اشارۂ پنہاں کے طور پر ہی نازل ہوئی اور اس کی وضاحت رسالت مآبؐ نے فرمائی کہ رب العالمین کس ہستی کو رسالت کے گواہ کے طور پر کافروں کے سامنے پیش کر رہا ہے اور اس ہستی کو قرآن کا علم کہاں عطا کیا گیا۔

اسی سلسلے میں سورۂ الم نشرح کی ساتویں آیت بھی مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے جس میں رب العزت کی طرف سے ارشاد ہو رہا ہے:

"فاذا فرغت فانصب"O

اردو ترجمہ:

"تو جب تم (کارِ رسالت سے) فارغ ہو جاؤ تو مقرر کر دو۔"

ہے نا مقام فکر و تدبر کہ کس کو مقرر کرنا ہے، کس منصب پر فائز کرنا ہے، کس غرض کے لیے مقرر کرنا ہے۔ کچھ تفصیل نہیں بتائی جا رہی، ہے نا یہ آیۂ مبارک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارۂ پنہاں کی واضح مثال۔

قرآن مجید کے قارئین اس کی چھتیسویں سورۃ یٰسین کی تلاوت کا اکثر شرف حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اس سورۃ کی بارہویں آیت کا آخری حصہ بھی "اشارۂ پنہاں"

Marfat.com

کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہوا ہے:

''وکل شی احصینہ فی امام مبین'' O

اردو ترجمہ:

''ہم نے ہر شے امامِ مبین کے احصاء میں دے دی ہے۔''

اس آیۂ کریمہ میں جس کی طرف ''اشارۂ پنہاں'' کیا گیا ہے وہ ''امام مبین'' ہے، اس کی وضاحت اسی عنوان کے تحت تحریر کیے گئے مضمون میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بہر حال اس تمہید میں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اشارۂ پنہاں سے کام لینے، اسے کافی سمجھنے اور تفصیلات کو پوشیدہ رکھنے کی قادر مطلق کی نظر میں کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن پر علماء اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق روشنی ڈال سکتے ہیں اور اب تک اس ضمن میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔

مجھ ایسے ناچیز کی سمجھ میں اس کی جو وجہ نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ خالق کائنات کے اپنے حبیبؐ سے ہمکلام ہونے کے اس طریق کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ نبی آخر الزماں کی نہایت ارفع و اعلیٰ حیثیت، دین کو مکمل کرنے کے سلسلے میں ان کی اہمیت اور بے پایاں ضرورت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے تاکہ تکمیلِ دین ہو جانے کے بعد بھی اور آیات کا نزول ختم ہو جانے کے بعد بھی کوئی مسلمان کسی بھی موقع پر یہ نہ کہہ سکے کہ میرے لیے یا ہمارے لیے قرآن کافی ہے بلکہ نبوت کے بعد امامت پر ایمان لائے اور امامت کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے منصوبے کے مطابق نبوت کے بعد امامت ہی کو نافذ کرنے والا تھا، اسی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا''

Marfat.com

اردو ترجمہ:

''میںؐ علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔''

اور امامت کی اسی اہمیت کے پیش نظر سورۂ یٰسین کی متذکرہ بالا آیت بھی نازل ہوئی تھی۔

قصہ کوتاہ اس کتاب میں موضوعِ تحریر کے طور پر منتخب کی گئیں بیشتر آیات ایسی ہیں جو ''اشارۂ پنہاں'' کے طور پر نازل ہوئیں اور ان تحریروں میں کوشش کی گئی ہے کہ ان آیات کے نزول کے پس منظر، اس سلسلے میں مستند مفسرین کی تفاسیر، اسلام کی مصدقہ تواریخ، احادیث نبویؐ اور محققین کی تحقیق اور ان کی شان نزول کی روشنی میں ان آیات کے پنہاں گوشوں کو اجاگر کیا جائے۔

ہر چند کہ اس معاملے میں مجھے قدم قدم پر معروف عالمِ دین، حجتہ الاسلام علامہ سید مناظر حسین قبلہ زیدی کی رہنمائی حاصل رہی ہے، تاہم میں یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں۔

سجاد ترمذی

OOOO

Marfat.com

اظہارِ تشکر

ایک مشہور حدیث نبویؐ ہے:

من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ وہ خدا کی مخلوق کا شکریہ ادا کرے، وہ خالق حقیقی کا شکر کیونکر ادا کر سکتا ہے۔ اس لیے اگر میں ابتداء ہی میں اس قابلِ صد احترام ہستی کا شکریہ ادا نہ کر دوں جس نے ایفائے عہد کرتے ہوئے، اس کتاب میں شامل مضامین لکھنے میں نہ صرف ہر طرح سے میری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ قدم قدم پر میری رہنمائی بھی فرمائی تو میں ایک نہایت اہم فریضے کی ادائیگی سے محروم رہ جاؤں گا۔

اس سلسلے میں میرا ہمیشہ سے یہ نکتۂ نظر رہا ہے کہ وقت پر کام آنے والے کا شکریہ ادا کرنے کے لیے چاہے جو بھی الفاظ استعمال کیے جائیں، ان کی ادائیگی سے ''محسن'' کا حق ادا نہیں ہو پاتا۔ ''میرا رواں رواں آپ کا شکر گزار ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا ممنون ہوں۔'' محض بے وزن اور بے جان سے الفاظ ہیں اور ''کام'' کے سلسلے میں محسن نے جو کاوش کی ہوتی ہے، اس سلسلے میں جو وقت صرف کیا ہوتا ہے، اپنے جتنے کام پسِ پشت ڈالے ہوتے ہیں، جن دقتوں کا سامنا کیا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ ان سب میں سے کسی ایک شے کا بھی صلہ ادا نہیں ہو پاتا۔

Marfat.com

حجتہ الاسلام علامہ سید مناظر حسین زیدی صاحب قبلہ نے میری رہنمائی کس انداز سے فرمائی اس کی ایک جھلک پیش کرنے کے لیے میں آپ کو مختصراً ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ایک روز ذہن میں کچھ خیال آیا اور اس خیال کے آتے ہی ایک مشہور زمانہ آیت کا مفہوم یاد آ گیا مگر قرآن مجید میں اس کے سیاق وسباق سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے یہ یاد ہی نہ آیا کہ متعلقہ آیت کس سورۃ کی کونسی آیت ہے، چنانچہ میں نے ٹیلی فون پر محترم زیدی صاحب قبلہ سے رابطہ قائم کیا اور ان سے پوچھا ''قبلہ کیا آپ کے پاس چند لمحوں کی فرصت ہوگی؟''

ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے والے کو یہ کبھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ جس سے اس نے رابطہ قائم کیا ہے، وہ کسی اہم کام میں مصروف تو نہیں، چنانچہ میں جس سے بھی خود رابطہ قائم کرتا ہوں پہلے یہ پوچھ لیتا ہوں کہ میں کسی اہم کام میں مخل تو نہیں ہورہا۔ بہرحال زیدی صاحب قبلہ نے ہمیشہ کی طرح ارشاد فرمایا ''جی جی ترمذی صاحب، فرمائیے!''

''قبلہ! ایک مشہورِ زمانہ آیت کا مفہوم ہے: ''وہ جو اپنی جان اور اپنے مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں اس کے ''بدلے'' میں ان کے لیے جنت ہے اور اس کا وعدہ ہم نے توریت، زبور اور انجیل میں بھی کیا ہے۔'' ...... مجھے یہ یاد نہیں آ رہا کہ یہ کس سورۃ کی کونسی آیت ہے؟'' میں نے بغیر ان کا وقت ضائع کیے اپنا مدعا بیان کر دیا۔

انہوں نے فوراً سورۃ کا نام اور آیت کا نشان بتا دیا اور اس کے فوراً بعد آیت بھی سنا دی، اس کے بعد خود ہی فرمانے لگے:

''آپ کو معلوم ہوگا اور بہت سی آیات بھی کلامِ پاک میں ایسی موجود ہیں

Marfat.com

جن میں ''بدلے'' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر آیت کے ترجمے سے یہ واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ ''بدلے'' میں جو چیز حاصل کی جاتی ہے وہ حاصل کرنے والے کی ملکیت بن جاتی ہے۔'' اس کے بعد بہت سی آیات، ان کے ترجمے، ان کا نشان اور جس جس سورۃ سے ان کا تعلق تھا، انہوں نے وہ بھی بتا دیں۔

اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا اس طرح سے اس انداز سے اس قدر شفقت سے حوصلہ افزائی اور رہنمائی کرنے والی محترم ہستی کا محض چند الفاظ کی ادائیگی سے شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جب انہوں نے ہر مضمون کا لفظ لفظ بھی دیکھا ہو اور ہر ضروری ترمیم بھی کی ہو؟

ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میری تو کیفیت یہ تھی کہ کسی طور دیدہ و دل ان کے لیے فرش راہ کر دوں مگر عملی طور پر یہ بھی ممکن نہیں تھا، اس لیے آپ ہی بتائیے کہ میں قبلہ زیدی صاحب کا شکریہ کس طرح ادا کروں کہ ان کا ''حق'' ادا ہو جائے۔

اس موقع پر اردو کے مشہور و معروف شاعر اسد اللہ خان غالب کا ایک شعر یاد آ گیا ہے، جو میری موجودہ کیفیات کی بڑی حد تک عکاسی کرتا ہے۔ وہ شعر آپ کی نذر کر کے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سجاد ترمذی

Marfat.com

دعوتِ عشیرہ

کتاب کی ابتداء قرآن مجید کی چھبیسویں سورۃ، ''الشعرآ'' کی دو سو چودھویں آیت کے تذکرے سے کی جا رہی ہے کہ آپ اس کے مندرجات پر غور فرمائیں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ آیت ''اشارۂ پنہاں'' کے طور پر نازل ہوئی، ارشاد رب العالمین ہو رہا ہے:

وانذر عشیر تك الاقربين O

اس آیت کا آسان اردو ترجمہ ہے:

''اور (اے حبیبؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذابِ خدا سے) ڈراؤ۔''

ان الفاظ پر غور کیا جائے تو بہت سے سوالات ذہن میں آئیں گے، پہلا سوال یہ کہ قریبی رشتہ داروں سے کون کون مراد ہے جسے ڈرانا مقصود ہے؟ آیت میں نہ ان کی نشاندہی کی گئی ہے، نہ ان کی شناخت بتائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وضاحت بھی موجود نہیں کہ انہیں کیوں ڈرانے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ انہیں کس طرح سے ڈرانا ہے مگر رسولؐ خدا پلٹ کر کوئی وضاحت طلب نہیں کر رہے، جس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ ساری تفصیلات سے انہیں وحی کے ذریعے مطلع کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ یہ آیت انہی

127851

Marfat.com

آیات کے زمرے میں آتی ہے جو اشارۂ پنہاں کے طور پر نازل کی گئیں۔

بہر حال پہلے ذرا اس زمانے کا ذکر کر دیا جائے، جس زمانے میں یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جس کے بارے میں تاریخ کی بعض کتب میں ایک واقعہ درج ہے جو شام کے ایک تاجر عفیف ابن قیس سے منسوب ہے۔

عفیف کہتا ہے ''میں ایک روز (حضرت) عباسؓ ابن عبدالمطلب سے ملنے جا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ کعبہ کے سامنے پہنچ کر اس نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر عبادت کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک خاتون، ایک نوجوان لڑکے کے ہمراہ وہاں پہنچی اور پھر وہ دونوں بھی عبادت میں مصروف ہو گئے۔''

چنانچہ میں نے حضرت عباسؓ کے ہاں پہنچ کر اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے پوچھا ''ان تینوں ہستیوں کا کس مذہب سے تعلق ہے؟ میں نے ان کے مذہب کے بارے میں آج تک کسی سے کچھ نہیں سنا۔''

حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب نے اسے جواب دیا ''جو شخص پہلے مسجد الحرام میں پہنچا، وہ محمدؐ ابن عبدؓاللہ ہے اور حضرت عبدالمطلبؓ کا پوتا ہے۔ جس خاتون کا تم نے ذکر کیا، وہ خدیجۃؓ الکبریٰ بنتِ خویلد ہیں اور وہ محمدؐ کی زوجہ ہیں اور وہ نوجوان لڑکا جس کے ہمراہ وہ خاتون آئیں وہ علیؑ ابن ابی طالبؓ ہے۔''

حضرت عباسؓ نے عفیف سے مزید کہا کہ محمدؐ کہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اسی نے آسمانوں اور زمینوں اور ان میں جو کچھ ہے، سب کو خلق فرمایا اور وہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تاحال ان دو ہستیوں کے علاوہ کوئی تیسرا اس کا پیروکار نہیں۔ [تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ 65]

Marfat.com

بہر حال جب متذکرہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضور اکرمؐ نے اس کا ذکر اپنے سرپرست چچا جناب ابو طالب علیہ السلام سے کیا۔ ان کے مشورے کے مطابق آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ''قبیلۂ قریش کے تمام سربرآوردہ سرداروں کے لیے ایک دعوت کا جلد اہتمام کرو کہ یہ سب ہمارے قرابت دار ہیں اور ان سب کو اس دعوت میں شرکت کے لیے مدعو کرو۔''

چنانچہ حضرت علیؑ اس حکم کی تعمیل کے لیے فوراً کمربستہ ہوگئے۔ آپؑ نے چالیس مہمانوں کو اس دعوت میں شرکت کے لیے دعوت دی۔ یہ سب کے سب بتوں کو پوجتے تھے۔

جب سب قریش جمع ہوگئے تو حضرت علیؑ نے ان کی تواضع کے لیے گوشت کا ایک ٹکڑا، چند ٹکڑے روٹیوں کے اور ایک پیالہ دودھ کا دسترخوان پر رکھ دیا۔ سب مہمانوں نے سیر ہو کر کھایا مگر کھانا پھر بھی ختم نہ ہوا۔ چنانچہ یہ ماجرا دیکھ کر سردارِ قریشِ مکہ ابولہب سب سے پہلے دسترخوان سے اٹھتے ہوئے جناب رسالتؐ مآب اور حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہنے لگا ''تم دونوں بھائی جادوگر ہو'' (معاذ اللہ)۔

دیگر مہمانوں کا روّیہ بھی زیادہ مختلف نہیں تھا۔ بہر حال سب مہمان کھا پی کر تیوریاں چڑھائے رخصت ہوگئے اور رسالت مآبؐ کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ خدا کے حکم کے مطابق قریش کو جو کہ کافر تھے، انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرا سکتے۔ چنانچہ خدا کے حکم کی تعمیل کے لیے اگلے روز حضرت علیؑ کو پھر دعوت کے سارے انتظامات کرنے اور اس دعوت میں قریش کے سرداروں کو مدعو کرنے کے لیے کہا گیا۔

جب مہمان دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئے تو حضرت علیؑ نے پھر گوشت کا ایک ٹکڑا، روٹیوں کے چند ٹکڑے اور دودھ کا ایک پیالہ لا کر دسترخوان پر رکھ دیا۔ سب مہمانوں نے پھر سیر ہو کر کھایا مگر کھانا پھر بھی بچ گیا۔

پیشتر اس کے ابولہب یا دیگر قرابت داروں میں سے کوئی پھر طنزیہ جملہ کہتے

Marfat.com

ہوئے دستر خوان سے اٹھتا کہ ''یہ جادوگری اور شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں۔'' حضرت ابوطالبؑ نے اپنی گرجدار اور پُررعب آواز میں کہا ''خبردار، آج کوئی اپنی جگہ سے اٹھنے کی جرأت نہ کرے۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہو کیونکہ میرا بھتیجا جو کچھ کہنا چاہتا ہے، وہ تمہیں سننا ہوگا۔ تم اس کے کہنے کے مطابق عمل کرنا یا نہ کرنا، یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔''

حضرت ابوطالبؑ کا اس قدر رعب اور دبدبہ تھا کہ کسی کو حکم عدولی کی جرأت نہ ہوئی اور سب مہمان ہمہ تن گوش بیٹھے رہے۔

مہمانوں کو متوجہ پا کر رسالت مآبؐ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور قبیلہ قریش کی سرکردہ شخصیات سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا ''اے میرے قرابت دارو، اللہ کی قسم میں اور صرف میں تمہیں اس دنیا اور آخرت دونوں کے لیے نہایت بیش بہا تحائف پیش کر سکتا ہوں۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس عمل کی طرف بلاؤں جو بہترین عمل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس لیے میں آپ سب حضرات کو دعوت دیتا ہوں کہ آگے بڑھیں اور میرے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دیں! تم میں سے جو بھی اس کارِ خیر میں میری مدد کرنے کا اعلان کرے گا، وہ میرا شریکِ کار ہوگا، وہ میرا وصی، میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا۔''

سب مہمانوں نے خاموشی سے حضورؐ کا خطاب سنا اور حضورؐ کا خطاب مکمل ہونے کے بعد بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس کے بعد جناب رسالت مآبؐ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ''اب بتاؤ تم میں سے کون اس فریضے کی ادائیگی میں میری مدد کرنے کو تیار ہے۔'' آپ نے پھر اعلان کیا کہ ''تم میں سے جو بھی میری مدد کرنے کا وعدہ کرے گا وہ میرا وصی ہوگا، میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا؟''

یہ سننے کے بعد بھی محفل پر مکمل خاموشی چھائی رہی، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب خاموشی کا یہ وقفہ طویل تر ہوتا چلا گیا تو یہ واضح ہو گیا کہ قریش میں سے کوئی

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کو تیار نہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے کہا: ''اے اللہ کے رسولؐ مجھے آپ کے حق پر ہونے کا مکمل یقین ہے اور میں آپ کے فرائض کی ادائیگی میں ہر طرح سے آپؐ کی مدد کروں گا۔''

یہ سن کر حضورؐ نے حضرت علیؑ کو گلے سے لگا لیا اور پھر یہ اعلان کر دیا کہ ''یہ علی ابن ابی طالب میرا وصی، میرا وزیر اور میرا جانشین ہے۔ اس کی باتیں غور سے سنا کرو اور اس کی اطاعت کیا کرو۔''

اس کے بعد سب مہمان اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا تمسخر اڑاتے ہوئے رخصت ہونے لگے۔ مہمانوں میں سے ابولہب نے جاتے جاتے حضرت ابو طالبؑ کو دیکھتے ہوئے نہایت طنزیہ انداز میں کہا ''آج سے آپ اپنے سب سے چھوٹے فرزند کی اطاعت کیا کریں!۔''

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے جو اعلان کیا تھا، وہ محض حضورؐ سے اپنی محبت سے مغلوب ہو کر نہیں کیا تھا بلکہ یقین کامل کے ساتھ خدا کے پیغام کو پوری طرح سمجھتے ہوئے اور آئندہ زندگی پر اس کے اثرات کا مکمل ادراک کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن حکیم کا علم دے کر اور حضورؐ کی رسالت پر گواہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔

بہرحال یہ خبر کہ ''(حضرت) ابو طالبؑ کے بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہؑ نے اپنی رسالت کا اعلان کر دیا ہے،'' جنگل کی آگ کی طرح سارے مکہ اور اس کے اردگرد کے علاقے میں پھیل گئی اور جگہ جگہ لوگ اسی موضوع پر اظہار خیال کرنے لگے۔ بعض نیک نفس اور نسبتاً نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے خدا شناس لوگ رسالتؐ مآب کی نبوت اور رسالت پر ایمان بھی لانے لگے۔ انہوں نے اسلام کو اپنا دین بھی مان لیا مگر اکثریت کو اس معاملے میں شکوک و شبہات نے گھیرے رکھا۔ انہیں اعتراض یہ تھا کہ قبیلۂ قریش کے سرداروں میں سے کسی نے ان کی رسالت کی گواہی کیوں نہیں دی؟

Marfat.com

ہوتے ہوتے بات یہاں تک آ پہنچی کہ کفارِ مکہ حضورؐ سے براہ راست یہ سوال کرنے لگے کہ ''آپ کی رسالت کا گواہ کون ہے؟ ہم کیسے مان لیں کہ آپ پیغمبر ہیں؟'' مگر دعوتِ عشیرہ نے رسالت مآبؐ کو بطور نبی اور رسول اہل مکہ سے متعارف کرا دیا۔

آپ نے غور فرمایا کہ بظاہر متذکرہ بالا آیت کے ذریعے حکم یہ دیا گیا تھا کہ ''اپنے قرابت داروں کو خدا کے عذاب سے ڈراؤ مگر اس میں یہ پیغام بھی پوشیدہ تھا کہ سب قرابت داروں کو اپنے ہاں دعوت میں شرکت کی دعوت دو، ان کی موجودگی میں اپنی رسالت کا اعلان کرو، انہیں مذہب اسلام قبول کرنے اور اس کی تبلیغ کے سلسلے میں اپنی اعانت پر بھی آمادہ کرو اور اسی محفل میں جس میں اپنی رسالت کا اعلان کرو، اسی میں علیؑ ابن ابی طالبؓ کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا بھی اعلان کردو۔ چنانچہ متذکرہ بالا آیت ایک اشارۂ پنہاں ہی تھی۔''

OOOO

Marfat.com

آیتِ درود

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام کی تینتیسویں سورۃ الاحزاب کی چھپنویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے:

ان اللّٰہ وملٰٓئِکتہ ....وسلموا تسلیما O

اس آیہ مبارک کا اردو ترجمہ ہے:

''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر درود بھیجو اور جو حقِ تسلیم ہے اس طرح تسلیم کرو۔''

گزشتہ موضوعِ تحریر بنائی جانے والی آیات کی طرح، اس آیت کے بھی نہایت اہم حصے کی طرف محض اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ تفصیل سے نہیں بتایا گیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود کس طرح بھیجتے ہیں۔ اس کے لیے کونسے الفاظ کس ترتیب سے استعمال کرتے ہیں مگر اہل ایمان کو حکم دے دیا گیا ہے کہ تم بھی (اسی طرح) نبی پر درود بھیجو۔

اور بہت سی آیات بھی ایسی ہیں جن کی وضاحت کا فریضہ جنابِ پیغمبر اسلامؐ ادا کرتے رہے، مثلاً وہ آیت جس کا ترجمہ ''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع میں

Marfat.com

جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔'' ان سب امور کی ادائیگی کے لیے تفصیلی ہدایات ہادیٔ برحق افضل الانبیاء والمرسلین نے دیں۔

چنانچہ یہ جاننے کے لیے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر کس طرح درود بھیج رہے ہیں، رسولِ خدا کی اس سلسلے میں جاری کی جانے والی ہدایات کا مطالعہ کرنا ہوگا تا کہ حکمِ باری تعالیٰ کی تعمیل کی جا سکے۔ لیکن اس سے پہلے ذرا سی تمہید۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ باغت نظام کی اکاونویں سورۃ الذّاریت کی چھپنویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون O

اردو ترجمہ ہے:

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو (اس غرض کے لیے)
پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

چونکہ انسان کی غرضِ خلقت ہی یہ تھی کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی کی عبادت کرے، اس لیے خدا نے عبادت کے سلسلے میں انسان کی رہنمائی کے لیے نبی اور رسول بھی مبعوث کیے اور تخلیق کے عمل میں اس نے سب سے پہلے افضل الانبیاء اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ کے نور کو خلق کیا، اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ سے ارض و سما کو اس طرح خلق فرمایا کہ روئے زمین کے کسی نہ کسی حصے پر ہر وقت صدائے اللہ اکبر گونج رہی ہو اور اس کی مخلوق، پروردگار کی عبادت میں مصروف ہو۔ عبادت کے طور طریقوں سے مخلوق کو آگاہ کرنے کے لیے اور اپنی ذاتِ اقدس کا تعارف کرانے کے لیے اس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو تعلیم دے کر بھیجا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے اولی العزم پیغمبر حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ

Marfat.com

ذبیح اللہ کوایک یادگار عبادت گاہ خانۂ کعبہ تعمیر کرنے کا حکم بھی دیا اور پھر اس عبادت گاہ کو ایک افضل عبادت حج بیت اللہ کا مرکز قرار دیا۔

پھر جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا خاتم النّبیین والمرسلینؐ پر مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی تینتیسویں سورۃ الاحزاب کی چھپنویں آیت میں ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ وملٰٓئِکتہ..........وسلموا تسلیماO

اس کا اردو ترجمہ ہے:

''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والوتم (بھی) اس پر درود بھیجو اور جو حق تسلیم ہے، اسی طرح تسلیم کرو۔''

جناب رسالت مآبؐ نے جب حاضرین مجلس کو اس آیت کے نزول کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انہوں نے حسبِ معمول آپ سے پوچھا ''ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟'' اور درود کیا ہے، اس کی بھی وضاحت چاہی تو پیغمبرؐ اسلام نے ارشاد فرمایا ''تمام اہل ایمان کو چاہیے کہ مجھ پر اس طرح درود بھیجیں:

اللھم صلی علی محمد و آل محمد

بعض مفسرین کے مطابق حضورؐ نے فرمایا:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد''

لیکن علماء کے بقول ان دونوں کے معنی اور مفہوم میں کوئی فرق نہیں، اس لیے ہر دو طریقوں سے درود بھیجا جا سکتا ہے۔البتہ ایک مفسر نے تحریر کیا ہے کہ مکمل درود اس طرح ہے:

Marfat.com

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمیداً مجیدO

درود کے معنی ہیں حضورؐ اور ان کی آلؑ کے لیے رحمت طلب کرنا یعنی اللہ کے فرشتے محمدؐ و آلؑ محمد علیہم السلام کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرماتا ہے۔

چونکہ متذکرہ آیت میں صرف نبیؐ کا لفظ ہے، اس لیے ہوسکتا ہے بعض قارئین کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ درود میں ان کی آل علیہم السلام کیوں شامل ہے تو ایسے قارئین کی تشفی کے لیے انہیں یہ یاد دلا دینا کافی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا: ''میں اس وقت بھی نبیؐ تھا جب (حضرت) آدمؑ ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔'' یعنی ابھی ان کی خلقت کا عمل مکمل نہیں ہوا تھا۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کے دوسری سورۃ البقرہ کی آیت نمبر تیس سے لے کر تینتیس تک میں جو ارشاد خداوندی ہے، اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے اجزائے نبوت کے طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جناب فاطمتہ الزہرہ سلام اللہ علیہا، امام حسن مجتبےٰ اور امام حسین علیہم السلام بھی خلق کیے جا چکے تھے۔ ارشاد ربانی ہو رہا ہے:

(30) وإذ قال...... ما لاتعلمونO

(31) وعلم ادم...... کنتم صدقینO

(32) قالو اسبحنك...... العلیم الحکیم O

(33) قال یاأدم...... کنتم تکتمونO

Marfat.com

متذکرہ بالا آیات کا ترتیب وار ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

(30) (اے حبیبؐ وہ وقت یاد کرو) جب خدا نے فرشتوں سے کہا ''میں زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں'' تو انہوں نے کہا ''کیا تم اس عہدے پر اس کو متمکن کرو گے جو فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ جبکہ ہم تیری تعریف و توصیف اور تیری عبادت کرتے ہیں۔'' اس نے جواب دیا ''یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

(31) اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ان سب (ہستیوں) کے نام یاد کرادیئے اور پھر فرشتوں کو (انہیں) دکھایا اور پوچھا ''تم جو کہہ رہے ہو، اگر صحیح ہے تو ان سب کے اسماء بتاؤ۔''

(32) فرشتوں نے جواب دیا ''اے اللہ تو ہی عظیم ہے، ہمیں اس کے علاوہ کچھ علم نہیں، سوائے اس علم کے جو تم نے خود ہمیں عطا کیا ہے۔ یقیناً تم اور صرف تم ہی ہر چیز کا علم رکھتے ہو اور دانشِ کُل ہو۔''

(33) پھر اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدمؑ سے کہا ''فرشتوں کو ان ہستیوں کے اسمائے گرامی سے آگاہ کرو۔'' اور جب (حضرت) آدمؑ نے فرشتوں کو ان کے اسمائے گرامی بتا دیئے تو (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ

Marfat.com

میں آسمانوں اور زمینوں کے ہر راز سے آگاہ ہوں اور اس سے
بھی آگاہ ہوں، تم جس کا اعلان کرتے ہو اور جس کو پوشیدہ
رکھتے ہو۔"

چنانچہ یہ طے ہوگیا کہ یہ اجزائے نبوت، اجزائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جو درود بھیج رہے ہیں، وہ محمد وآل محمد علیہم السلام پر بھیج رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے کہ ان سب پر درود بھیجیں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ایمان کو یہ بھی ہدایت کی کہ مجھ پر نامکمل درود کبھی مت بھیجو یعنی صرف اتنا کہہ دینا "اللھم صلی علی محمدؐ" یا صلی اللہ علیہ وسلم نامکمل درود ہے۔ آپؐ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ درود بھیجنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر نماز میں رکوع، سجود اور تشہد کو درود پر ختم کیا کرو۔ ایک مفسر نے یہ وضاحت کی ہے کہ اگر تشہد میں درود شریف نہیں بھیجا جائے گا تو وہ نماز باطل متصور ہوگی۔ آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ جب بھی میرا نام سنو یا میرا نام لو، مجھ پر درود بھیجو۔ اس حکم کی تعمیل بھی لازمی ہے۔

علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محافلِ میلاد اور نعت خوانی کی محفلوں کے دوران میں وقفے وقفے سے جو خوش الحان مل جل کر اپنے تئیں اس طرح درود بھیجتے رہتے ہیں:

"....صلی اللّٰہ علیك یا رسولؐ اللّٰہ وسلم
علیك یا حبیبؐ اللّٰہ"

یہ درود شریف نہیں ہے۔ درود شریف وہی ہے جو حضورؐ نے خود پڑھنا سکھایا، اہل تقویٰ کا کہنا ہے کہ وہ دعا جس کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھا

Marfat.com

جائے وہ درود کے طفیل مستجاب ہو جاتی ہے۔

آیت درود کے آخری حصے ''وسلموا تسلیما'' کا مفہوم عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضورؐ اور ان کی آل علیہم السلام پر اس طرح سلام بھیجو جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے۔ مگر حجتہ الاسلام علامہ حافظ کفایت حسین مرحوم نے آیتِ درود کو ایک مجلسِ عزا کا موضوع قرار دیتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ اگر اس سے مراد سلام بھیجنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضور پر سلام بھیجنے میں بھی خود کو شامل فرماتا اور اس سلسلے میں انہوں نے دلیل کے طور پر قرآن مجید کی اُن آیاتِ کریمہ کا حوالہ پیش کیا جن میں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السّلام پر سلام بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے وسلموا تسلیما کا مفہوم یہ بیان فرمایا کہ ان کا جو حق تسلیم ہے اس طرح تسلیم کرو یعنی حضورؐ اور ان کی آل علیہم السّلام کی ''اطاعت'' کرو۔

OOOO

Marfat.com

وحی اور قولِ رسولؐ

زیرِ نظر کتاب میں اب تک پیش کیے گئے مضامین کے مطالعے سے قارئین نے یہ اخذ کر لیا ہوگا کہ جن آیاتِ قرآنی میں کوئی اشارۂ پنہاں ہوتا ہے، اس کی وضاحت رسول خدا متعلقہ آیت یا آیات کے نزول کے بعد منبر پر تشریف فرما ہو کر فرما دیا کرتے تھے کہ یہ اسی ذاتِ اقدس کا فریضہ تھا، اگر وہ یہ اہتمام نہ فرماتے تو مسلمانوں کے لیے آیت کے ذریعے موصول ہونے والے ہر حکم پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا۔ اس کی وضاحت کے لیے یہ مثال کافی ہوگی کہ آیت کے ذریعے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ:

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع میں جانے والوں کے ساتھ رکوع میں جاؤ۔''

اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفصیل سے مسلمانوں کو نہ بتاتے کہ نماز کسے کہتے ہیں، اس کی نیت کیسے کی جاتی ہے، یہ قیام رکوع اور سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر حالت میں کیا کیا پڑھنا یا کہنا چاہیے، اسے ختم کیسے کرنا ہے، تشہد کسے کہتے ہیں، سلام کیسے پھیرتے ہیں، تو کوئی نماز ادا کر ہی نہ سکتا۔ اکثر اوقات ایسا ہی ہوا کہ آیت یا آیات پہلے نازل ہوتیں، رسول خداؐ ان کی تشریح و توضیح بعد میں فرماتے اور اس طرح فرماتے کہ ہر اشارۂ پنہاں بالکل عیاں اور واضح ہو جاتا۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حضورؐ کے قیام کے دوران میں ایسا ہوا کہ آپ نے

Marfat.com

ساری تشریح پہلے بیان فرمادی۔ ساری بات پہلے کردی جس کے بارے میں وحی کے ذریعے ہدایت کی گئی تھی۔ اگر آیات پہلے نازل ہو جاتیں تو مسلمانوں کے پلے اس وقت تک کچھ نہ پڑتا جب تک وہ واقعہ رونما نہ ہو جاتا۔

ہوا یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق ایک رات عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیش گوئی کی، آپؐ نے فرمایا کہ کل صبح طلوعِ آفتاب سے پہلے آسمان سے ایک ستارہ نازل ہوگا۔ یہ ستارہ جس کے مکان پر اترے گا، وہ میرا وارث، میرا جانشین اور خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا خلقِ خدا کا رہنما ہوگا یعنی امام ہوگا۔ بعض مسلمانوں نے رات کروٹیں بدل بدل کر یہ دعا مانگتے ہوئے گزاردی کہ کاش ستارہ میرے مکان پر اترے۔

اگلی صبح سب مسلمان چھتوں پر کھڑے ہوکر دیکھ رہے تھے کہ ستارہ کس مکان پر اترتا ہے۔ آسمان سے جس مکان پر وہ ستارہ اترا وہ حضرت علیؑ ابن ابوطالبؓ کا تھا۔ ظاہر ہے اب رسول مقبولؐ کے اعلان کے مطابق حضرت علیؑ ان کے وارث، ان کے جانشین اور خلق خدا کے رہنما مقرر کیے جانے والے تھے۔

ایسا ہی ایک اعلان حضورؐ اکرم دعوت عشیرہ کے اختتام کے موقع پر پہلے ہی فرما چکے تھے اور قریش میں اس اعلان کا کافی چرچا بھی ہو چکا تھا، تو گویا حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی جانشینی کے بارے میں حضورؐ اکرم کا یہ دوسرا اعلان تھا۔ چنانچہ حضورؐ کی محفلوں میں آکر بیٹھنے والے اور ان کے خطبات سننے والے دوسری بار یہ اعلان سن کر چیں بہ جبیں ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسلام کے فروغ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور یہ بہت جلد اہم علاقائی طاقت کی شکل اختیار کرنے والا ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر پیغمبرؐ اسلام کی جانشینی کی خواہش ان کے دلوں میں بھی انگڑائیاں لینے لگتی تھی۔ اس لیے وہ حضرت علیؑ

Marfat.com

ابن ابی طالبؓ سے حسد بھی کرنے لگے تھے۔

چنانچہ وہ سرگوشیوں میں اس اعلان کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ بعض حسد کرنے والے تو اس حد تک چلے گئے کہ وہ آپس میں اسی موضوع پر سرگوشیوں کے دوران میں حضورؐ اکرم کی شان میں گستاخی کے بھی مرتکب ہونے لگے۔ چند سرکردہ افراد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، علیؑ کی محبت میں بہک گئے ہیں۔" (معاذ اللہ)

وہ قادرِ مطلق جو دل کے رازوں اور نیتوں سے بھی واقف ہے، اپنے حبیب کے بارے میں وہ ان کی محفلوں میں بیٹھنے والے بعض کلمہ گوؤں کی سرگوشیاں سن کر رہ نہ سکا اور ان کے اندازِ فکر اور اندازِ تکلم کو درست کرنے کے لیے اس نے اسی موقع پر سورۂ نجم کی ابتدائی چار آیات نازل فرما دیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ستارہ اُن میں سے کسی کے گھر پر اترتا تو پھر وہ پیغمبرؐ اسلام کی پیش گوئی پر دل و جان سے یقین کر لیتے۔

سورہ نجم قرآن مجید کا 53 واں سورہ ہے۔ ابتدائی چار آیات میں ارشاد ربانی ہو رہا ہے۔

والنجم اذا ھویٰO

اردو ترجمہ:

"ستارے کی قسم جب وہ نیچے اترتا ہے۔"

ما ضل صاحبکم وماغویٰO

اردو ترجمہ:

"تمہارا ساتھی غلطی نہیں کرتا، نہ ہی وہ بھٹکتا ہے۔"

Marfat.com

وما ینطق عن الھویٰO

اردو ترجمہ:

''وہ اپنی خواہش سے بولتا بھی نہیں۔''

ان ھو الا وحی یوحٰیO

اردو ترجمہ:

''جو وہ کہتا ہے وہ تو صرف وحی ہی ہوتا ہے۔''

بنظرِ غائر ان آیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسی ستارے کی قسم سے پہلی آیت نازل کر کے ربِ کریم پیغمبرِ اسلام کے ساتھیوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ میرے حبیبؐ نے جس ستارے کا ذکر کیا تھا، محض کوئی استعارہ نہیں تھا، وہ حقیقت میں ستارہ ہی تھا اور پھر یہ کہ وہ حضرت علیؑ کے مکان پر اترا بھی تھا۔ وہ قادرِ مطلق صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ انہیں یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ میرا حبیبؐ جسے تم اپنا ساتھی کہتے ہو، نہ وہ کبھی غلطی کرتا اور نہ ہی کبھی بھٹکتا ہے، اسے اپنی طرح کا بشر مت سمجھو، تم غلطی بھی کر سکتے ہو اور بھٹک بھی سکتے ہو۔ اس کے بعد وہ اپنے حبیبؐ کے اصحاب کو یہ بھی یقین دلاتا ہے کہ وہ کبھی اپنی خواہش سے نہیں بولتا، یعنی جو اس نے اعلان کیا تھا، وہ علیؑ ابن ابی طالب کی محبت کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اسے وحی کے ذریعے یہ ہدایت کی تھی کہ یہ اعلان کر دو تو اس نے پیشگی اعلان کر دیا تھا۔ پھر حضورؐ کے اقوال کو وحی کے تابع ہونے کا یقین دلانے کے لیے وہ مختارِ کل فرما رہا ہے کہ ''میرا محبوب جو کچھ کہتا ہے، وہ وحی (ہی) ہوتا ہے۔''

حضورؐ کے جن ساتھیوں سے اللہ تعالیٰ مخاطب تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

اس ارشاد کو کس قدر اہمیت دی اور وہ پیغمبر اسلام کے ارشادات کو جو وحی کے تابع تھے، کتنی اہمیت دیتے تھے، اس کا جائزہ لینے کے لیے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے، تاہم موقع کی مناسبت اور اس معاملے کے بارے میں مفسرین نے جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کا ذکر کر لیا جائے۔

مفسرین نے متفقہ طور پر اس حقیقت کو اس موقع پر آشکار کیا ہے کہ حضورؐ نبی اکرم کا ہر قول وحی کے تابع تھا، اس سلسلے میں انہوں نے الہامی کتاب توریت کا حوالہ دیا ہے اور اس میں حضرت موسیٰؑ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''پھر خدا نے مجھ (حضرت موسیٰؑ) سے فرمایا کہ مستقبل میں تمہاری طرح کا ایک رسول ان لوگوں کے لیے مبعوث کروں گا جو انہی کی نسل میں سے ہوگا، میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈال دوں گا اور وہ میرے تمام احکامات ان لوگوں تک پہنچائے گا۔''

مفسرین نے اسی موضوع پر انجیل میں سے بھی اقتباسات نقل کیے ہیں کہ ''حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا ''جب وہ حبیب خداؐ آئے گا جو صداقت کی روح ہوگا تو وہ تم لوگوں کو تمام حقائق سے آگاہ کرے گا کیونکہ وہ اپنے اختیار سے نہیں بولے گا بلکہ صرف وہ کہے گا جو اس سے کہا جائے گا اور وہ تمہیں آئندہ رونما ہونے والے تمام واقعات سے آگاہ کر دے گا۔''

کاش مسلمانوں کو بھی یہ یقین آ جاتا کہ وحی اور قول رسولؐ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ختمی مرتبتؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہی ہوتا ہے۔

OOOO

Marfat.com

آدابِ محفل رسالت مآبؐ

قرآن مجید کی اٹھارہویں سورۃ الکہف کی آخری یعنی ایک سودسویں آیت میں ارشادِ خداوندی ہورہا ہے:

قل انما انا بشر .... ربه احدا O

اس آیت کا سادہ اردو ترجمہ ہے:

"(اے رسولؐ) کہہ دو، میں بھی تم ہی ایسا ایک بشر ہوں۔ (فرق یہ ہے کہ) میرے پاس وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود یکتا ہے، تو جو شخص آرزومند ہو کر اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوگا تو اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور (وہ) اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کی ابتداء ہی میں وضاحت کر دی جائے کہ ایک عام بشر میں اور اُس ذاتِ اقدس میں جس پر وحی نازل ہورہی تھی، زمین آسمان کا فرق تھا اور ایک اشارۂ پنہاں کے ذریعے اس آیت میں اسی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آخری آیت سے اللہ تعالیٰ یہ واضح کرنا

Marfat.com

چاہتا تھا کہ میرا حبیب بھی تم جیسا ہی ایسا ایک بشر ہے، اور اسؐ کے جذبات، محسوسات اور کیفیات بھی ویسی ہی ہیں جیسی دوسرے انسانوں کی ہیں، اس کی ذہنی، قلبی اور جسمانی ضروریات بھی عام انسانوں سے ملتی جلتی ہیں اور یہ مماثلت اس لیے ہے کہ خلقِ خدا، خدا کے احکامات کی بجا آوری کے سلسلے میں کوئی حجت نہ پیش کر سکے اور رسولِ خداؐ بھی اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر خود عمل کر کے امت کو دکھا دیں۔ اسی نقطے کی وضاحت کے لیے مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت بھی تحریر کی ہے جس کا متعلقہ اقتباس ذیل میں من وعن نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک عورت سخت پریشان، بدحواس، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا امیر المومنینؑ میری مدد فرمائیے۔ دنیا میری نظروں میں اندھیر ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں؟''

آپؑ نے فرمایا'' گھبرا مت، خدا پر بھروسہ رکھ اور بتا کیا مشکل ہے؟''

عورت نے کہا'' میرا کمسن بچہ ناقے پر چڑھ گیا ہے۔ بہت بلایا، اشارے کیے، ڈرایا، دھمکایا، پیار سے کہا لیکن وہ ایک نہیں سنتا۔ اگر اسے وہیں چھوڑتی ہوں تو خدشہ ہے، بلکہ یقین ہے کہ گر پڑے گا اور ہڈی پسلی برابر ہو جائے گی۔ میں نے بہتیرا بہلایا پھسلایا مگر وہ خطرے ہی کی طرف بڑھا جا رہا ہے۔ آپ مشکل کشاؑ ہیں، واسطے خدا کے مجھ غریب کی مدد فرمائیے۔ دل کانپتا ہے کہ یہ ثمرِ محبت کہیں ضائع نہ ہو جائے۔''

امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا:'' آسان تدبیر یہ ہے کہ اس کے ہم سن کسی اور بچے کو کوٹھے پر کھڑا کر دو تا کہ تمہارا بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے اور ناقے سے اتر کر اس کی طرف آ جائے کیونکہ ہم جنس اپنے ہم جنس سے بے تکلف اور اس کو محبوب ہوتا ہے۔''

اس عورت نے اس ارشادِ عالی پر عمل کیا۔ جونہی اس بچے کا ہم سن بچہ کوٹھے پر آیا، عورت کا بچہ فوراً ہنستا اور خوش ہوتا ہوا ناقے سے اتر آیا اور یوں اپنی جان گنوانے

Marfat.com

سے بچ گیا۔

مولانا روم نے بھی اس حکایت سے یہی سبق اخذ کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ہدایت کے لیے آدمیوں ہی میں سے رسول اس لیے بھیجے کہ ہم جنسی کی کشش سے آدمی گمراہی اور کفر کے نالے میں گرنے سے بچا رہے۔''

یہ تو معلوم نہیں کہ اہلِ ایمان میں سے کتنے افراد نے یہ آیت سن کر معبودِ حقیقی کو دل سے یکتا اور واحد تسلیم کر لیا اور ان میں سے کتنے مسلمانوں نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا ترک کر دیا اور نیکیاں کرنے لگے لیکن یہ ضرور واضح ہو گیا کہ کسی نے اس آیت کے ان پہلوؤں پر غور نہ کیا کہ حضورؐ پر تو وحی آتی ہے اور یہ وحی کس پر آ سکتی ہے اور کس طرح آتی ہے اور جس پر وحی آئے اس میں اور عام انسان میں کیا فرق ہوتا ہے۔ یعنی آپ پر ایمان لانے والے اس اشارۂ پنہاں کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ البتہ انہوں نے اس آیت کا ابتدائی حصہ ہی پلّو سے باندھ لیا کہ حضورؐ ہم جیسے ہی ایک بشر ہیں اور انہوں نے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی فراموش کر دیا کہ ''اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا۔'' انہوں نے یہ بھی فراموش کر دیا کہ حضورِ اقدسؐ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدمؑ ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی کوئی اہمیت نہ دی کہ حضور اشرف الانبیاء و مرسلین تھے، خاتم النّبیین تھے، شفیع المذنبین تھے، رحمت اللعالمین تھے، پیکرِ خلقِ عظیم تھے، ان کی اطاعت مسلمانوں پر اس طرح فرض ہے جیسے خدا کی اطاعت فرض ہے۔

اس لیے سب مسلمانوں کا فرض تھا کہ ہر موقع پر بلکہ ہر وقت حضورؐ کا ادب اور احترام کریں۔ انہیں افضل المخلوقات کا افضل ترین رسولؐ جانیں اور ان سے اس طرح پیش آئیں جس طرح ان کے مرتبے کے حامل رسولؐ سے پیش آنا چاہیے لیکن ان کی محافل میں آ کر بیٹھنے والے، وحی کے ذریعے نازل ہونے والی قرآنی آیات، ان کا مفہوم اور ان کی

Marfat.com

تشریح وتفسیر سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے آنے والے یار لوگ انہیں صرف اور صرف اپنے جیسا بشر ہی سمجھتے رہے اور اکثر اوقات ان کی معاذ اللہ بے ادبی کے مرتکب بھی ہوئے بلکہ تاریخ شاہد ہے اور سورہ نجم شاہد ہے کہ جس رات نماز عشا کے بعد آپؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ "کل صبح آسمان سے ایک ستارہ نازل ہوگا، وہ جس شخص کے مکان پر اترے گا، وہ میرا جانشین ہوگا" تو اگلے روز علی الصبح سب نے دیکھا کہ ایک ستارہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، کے گھر پر اترا۔ چنانچہ حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ "علیؑ میرا جانشین ہوگا۔"

جو لوگ ذاتی منفعت اور دنیاوی مفادات کے حصول کی خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، یہ اعلان سن کر وہ اپنے دل میں موجود بغض اور حسد کو پوشیدہ نہ رکھ سکے اور انہوں نے یہ کہہ کر حضورؐ کی شان میں گستاخی کر دی کہ (نعوذ باللہ) "حضورؐ علیؑ کی محبت میں بہک گئے ہیں۔" قرآنی آیات کے مطابق مسلمانوں نے یہ حضورؐ سے سن تو رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ وہ دلوں کے بھید سے بھی واقف ہے لیکن انہیں شاید اس پر یقین اس وقت آیا جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی شان میں گستاخی پر فوری طور پر اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا اور قرآن مجید کی 53 ویں سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل فرما دیں۔ ان آیات کی ابتداء ہی اس نے نازل ہونے والے ستارے کی قسم سے کی اور ارشاد ربانی ہوا:

(1) والنجم اذا ھویٰO

(2) ماضل...... وما غویٰO

(3) وما ینطق عن الھویٰO

(4) ان ھو...... وحی یوحیٰO

ان آیات کا ترتیب وار اردو ترجمہ ہے:

"ستارے کی قسم جب وہ نیچے اترتا ہے۔"

Marfat.com

''تمہارا ساتھی (رسولؐ) غلطی نہیں کرتا نہ ہی وہ بھٹکتا ہے۔''

''وہ اپنی خواہش سے بولتا بھی نہیں۔''

''وہ جو کہتا ہے وحی ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سرزنش کے بعد حضورؐ کی محفل میں بیٹھنے والے مسلمانوں پر ایک بار پھر حضورؐ کی صداقت واضح ہوگئی لیکن اس کے باوجود ان کے دلوں میں موجود حضورؐ کے لیے ادب اور احترام کے جذبات میں اِلا ماشاء اللہ کچھ زیادہ اضافہ نہ ہوا اور ان کے رویّوں میں خاطر خواہ تبدیلی واقع نہ ہوئی اور وہ حضورؐ کو اپنے جیسا ایک بشر ہی سمجھتے رہے اور ان کے ساتھ اسی انداز سے پیش آتے رہے جس انداز سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے اور جس میں بعض اوقات حضورؐ کی بے ادبی کا عنصر بھی شامل ہوتا تھا۔

ہجرت کے بعد جب حضورؐ اکرم مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے تو صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضورؐ اکرم کی خدمت میں بنی تمیم کے کچھ لوگ حاضر ہوئے کہ آپؐ قبیلے کے کسی شخص کو رہنما اور قائد مقرر فرمادیں۔ کچھ اصحاب بھی حضورؐ کی محفل میں اس وقت موجود تھے۔ پیشتر اس کے کہ اس سلسلے میں پیغمبرؐ اسلام لب کشائی فرماتے۔ ایک صحابیؓ نے مشورہ دیا کہ قعقاع ابن معید کو ان کا حاکم بنا دیجیے۔ حضورؐ اکرم ابھی خاموش ہی تھے کہ انؓ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک دوسرے صحابیؓ بول اٹھے ''نہیں یہ ٹھیک نہیں، اقرع بن حابس کو ان کا امیر بنا دیجیے۔''

اس پر مشورہ دینے والے صحابیؓ برا مان گئے اور کہنے لگے ''کیا تم میری مخالفت کرتے ہو؟'' اس پر دوسرے صحابیؓ ان کی رائے کے سامنے گھٹنے ٹیک گئے اور کہنے لگے ''نہیں، آپ کی مخالفت مجھے منظور نہیں۔'' رسالت مآبؐ کی محفل کے اس منظر کو وہ سمیع و بصیر بھی دیکھ رہا تھا، چنانچہ اس موقع پر اس نے سورہ حجرات کی پہلی پانچ آیات نازل

Marfat.com

فرمائیں اور یہ موقع ہی ان آیات کی شان نزول کا تھا، ارشاد رب العزت ہوا:

یا ایھا الذین امنو .... اللہ سمیع علیمO

اردو ترجمہ:

''اے ایمان والو، خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے کسی بات میں آگے نہ بڑھ جایا کرو اور خدا (کے غضب سے) ڈرتے رہو۔ بے شک خدا بڑا سننے والا واقف کار ہے۔''

یا ایھا الذین .... و انتم لاتشعرونO

اردو ترجمہ:

''اے ایمان والو، بولنے میں تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو، اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو، ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

ان الذین .... و اجر عظیمO

اردو ترجمہ:

''بے شک جو لوگ رسول خداؐ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کر لیا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے (آخرت میں) بخشش اور بڑا اجر ہے۔''

Marfat.com

ان الذین ....ھم لایعقلون O

اردو ترجمہ:

''(اے رسولؐ) جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے آواز
دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

ولو انھم صبروا............ واللہ عفور رحیم O

اردو ترجمہ:

''اگر یہ لوگ اتنا تامل کرلیں کہ تم خود (حجرے سے) نکل
کر باہر آجاؤ (تب تم سے بات کریں) تو یہ ان کے لیے بہتر
ہوگا۔خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

مندرجہ بالا آیات سے دنیا کو یہ معلوم ہو گیا کہ سمیع و بصیر خدا کی ذات صاحبِ خلق عظیم کے ساتھ مسلمانوں کے کیسے کیسے رویئے دیکھتی تھی اور کیا کیا سنتی تھی اور رسالت مآبؐ کیا کیا دیکھتے، سنتے اور برداشت کرتے تھے۔حالانکہ سورۂ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اور اکثر اصحاب کو رسالت مآبؐ کی محفل میں بیٹھتے ایک دہائی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسولؐ کو تہذیب سکھانے کے لیے سورۂ احزاب کی ترپنویں آیت بھی نازل فرمائی جو اس سمیع و بصیر نے اپنے مشاہدے کی بنا پر نازل فرمائی۔اس نے کیا کیا دیکھا، سنا اور محسوس کیا تھا، وہ آیت کے مندرجات سے واضح ہو رہا ہے، ارشاد رب العزت ہوا:

Marfat.com

یا ایھا الذین امنوا............ عند اللہ عظیما O

اردو ترجمہ:

''اے ایمان والو! تم لوگ پیغمبرؐ کے گھروں میں نہ جایا کرو۔ مگر جب تم کو کھانے کے واسطے (اندر آنے کی) اجازت دی جائے اور ان کے پکنے کا انتظار نبی کے گھر میں بیٹھ کر نہ کرو مگر جب تم کو بلایا جائے تو (ٹھیک وقت پر) جاؤ۔ پھر جب کھا چکو تو (فوراً اپنے اپنے گھر واپس) چلے جایا کرو اور باتوں میں نہ لگ جایا کرو کیونکہ اس سے پیغمبرؐ کو اذیت ہوتی ہے، تو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور خدا تو ٹھیک (ٹھیک کہنے سے) نہیں جھینپتا اور جب پیغمبرؐ کی بیبیوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہی تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے واسطے بہت صفائی کی بات ہے اور تمہارے واسطے یہ جائز نہیں کہ رسولؐ خدا کو (کسی طرح) اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم انؐ کے بعد کبھی اُنؐ کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔''

آیت کے تیور اور مندرجات واضح کر رہے ہیں کہ بعض حضرات بن بلائے حضورؐ کے گھروں میں چلے جایا کرتے تھے اور اگر بعض کو کھانے پر مدعو کیا جاتا تھا تو کھانے کے وقت سے پہلے وہاں جا پہنچتے تھے گویا وہاں بیٹھ کر کھانے کے پکنے کا انتظار کر رہے ہوں اور کھانا کھا چکنے کے بعد حضورؐ کو باتوں میں لگا لیتے تھے اور وہاں سے جانے کا نام نہیں لیتے تھے جس سے حضورؐ کو اذیت ہوتی تھی، اس کے علاوہ وہ

Marfat.com

رسالت مآبؐ کی ازواج مطہرات کا بھی مناسب طور پر ادب اور احترام نہیں کرتے تھے اوران کے پردے کا بھی خیال نہیں کرتے تھے۔ پھر کوئی صحابی ایسے بھی تھے کہ جن کے دل میں حضورؐ کے بعد ان کی کسی زوجۂ مطہرہ کے ساتھ نکاح کرنے کا خیال انگڑائیاں لینے لگا ہوگا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور اسے بہت بڑا گناہ بھی قرار دیا۔

اس صورتحال کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی وہ اکثریت جو دنیاوی مفادات اور ذاتی منفعت کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھی وہ سورۂ کہف کی آخری آیت کے ابتدائی حصے کے مطابق ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ کو اپنا جیسا بشر ہی سمجھتی رہی اور انہوں نے آیت کے بقیہ حصے کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو انہیں بذاتِ خود آیات کے ذریعے حضورؐ کے ادب اور احترام کا سلیقہ سکھانا پڑا اور انہیں تہذیب واخلاق کے بنیادی اصول سکھانا پڑے اور انہیں آدابِ محفل رسالت مآبؐ سے بھی آگاہ کرنا پڑا۔

OOOO

Marfat.com

نبی اور رسول کے جانشین کی نامزدگی

زیرِنظر مضمون میں اس حقیقت کی وضاحت مقصود ہے کہ خالق کائنات نے روئے زمین پر اپنے پسندیدہ دِین اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں ''بذاتِ خود'' ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب بھی عوام الناس نے یا ان کی اُمت نے نہیں کیا تھا۔

یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پہلے نبی حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک کسی نبی یا رسول کے جانشین کا انتخاب بھی ان کی اُمت نے نہیں کیا تھا، کیونکہ اللہ ربّ العزت کی طرف سے یہ اختیار بوقتِ ضرورت متعلقہ نبی یا رسول کے علاوہ کسی اور کو تفویض نہیں کیا گیا تھا۔

زیرِنظر مضمون کیلئے اسی موضوع سے متعلق آیات کا انتخاب کیا گیا ہے اور انہی آیات کی شانِ نزول بھی بیان کی جائے گی' کہ انہی آیات میں متذکرہ بالا حقائق اشارۂ پنہاں کے طور پر پوشیدہ ہیں۔

سب سے پہلے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی جانشینی سے تعلق رکھنے والی آیاتِ مبارک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سورۃ المائدہ کی ستائیسویں (27) سے لے کر اکتیسویں (31) آیات بمع ترجمہ نقل کی جاتی ہیں۔ 27ویں آیت میں ارشادِ ربانی ہورہا ہے:

Marfat.com

واتل...... المتقینo

اس کا آسان اُردو میں ترجمہ ہے:

''(اے حبیبؐ) تم ان لوگوں سے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ بیان کردو، کہ جب ان دونوں نے خدا کی بارگاہ میں نذریں پیش کیں تو ان میں سے ایک قابیل کی (نذر) قبول نہیں ہوئی تو مارے حسد کے (ہابیل سے) کہنے لگا ''میں تو تجھے ضرور مار ڈالوں گا'' اس نے جواب دیا ''اس میں میرا کیا قصور ہے، خدا تو صرف پرہیزگاروں کی نذر قبول کرتا ہے''۔

اٹھائیسویں آیت میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

لئن بسطت...... رب العٰلمینo

اس کا اُردو ترجمہ ہے:

''اگر تم میرے قتل کے ارادے سے میری طرف ہاتھ بڑھاؤ گے (تو خیر بڑھاؤ مگر) میں تمہارے قتل کے خیال سے اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں، کیونکہ میں تو اس خدا سے، جو سارے جہان کا پالنے والا ہے (بہت) ڈرتا ہوں''۔

سورۃ المائدہ کی انتیسویں آیت میں ارشاد ہوا:

اِنی ارید.... جزؤا الظٰلمین o

اس کا اُردو ترجمہ ہے:

''میں تو یہ ضرور چاہتا ہوں کہ میرے گناہ اور تیرے گناہ

Marfat.com

دونوں تیرے سر جائیں، تُو (اچھا خاصا) جہنمی بن جائے اور ظالموں کی تو یہی سزا ہے۔"

تیسویں آیت میں ارشاد ہوا:

فطوعت.....من الخسرینo

اُردو ترجمہ ہے:

"پھر تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر اُکسا ہی دیا۔ آخر اس نے اس کو مار ہی ڈالا (تو پھر وہ) خسارے میں رہنے والوں میں سے ہو گیا۔"

اکتیسویں آیت میں ارشاد ربانی ہوا:

فبعث اللہ..... من الندمینo

اُردو ترجمہ:

"اسے فکر ہوئی کہ لاش کو کیا کرے، تو خدا نے ایک کوّے کو بھیجا، وہ زمین کو کریدنے لگا تا کہ قابیل کو دکھا دے کہ اسے اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپانی چاہیے۔ (یہ دیکھ کر) وہ کہنے لگا 'ہائے افسوس' کیا میں اس سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوّے کی برابری کر سکوں، (اس کے برابر بھی ہوتا) تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ الغرض وہ بہت پچھتایا۔"

مفسرین نے ان آیات کا پس منظر یہ بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

Marfat.com

نے بذاتِ خود اپنے چھوٹے فرزند ہابیل کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا، بڑے بیٹے قابیل کو اپنے باپ کی طرف سے یہ نامزدگی ایک آنکھ نہ بھائی اور اپنے باپ کے فیصلے پر اپنے تحفظات کا اظہار کرنے لگا، معاملے کو سلجھانے کیلئے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ ''تم دونوں خدا کی بارگاہ میں اپنی طرف سے الگ الگ نذر پیش کرو تا کہ اللہ تعالیٰ جس کی نذر قبول کر لے' اس کو اپنا جانشین نامزد کر دوں، کہ وہی اس کا مستحق ٹھہرے گا۔''

ہابیل بھیڑ بکریاں چراتا تھا اور قابیل کاشتکار تھا۔ ہابیل نے گلّے میں سے بہترین جانور قربان کر کے خدا کی بارگاہ میں نذر کے طور پر پیش کر دیا۔ قابیل نے سوکھے ہوئے اناج کی بالیاں نذر کے طور پر خدا کی بارگاہ میں پیش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی نذر کو پسند فرمایا۔ لہٰذا اُسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے اپنا جانشین نامزد کرنے کے اعلان کی توثیق ہوگئی، اسی بناء پر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ چنانچہ قابیل اور اس کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح میں غرق کر دیا، مگر حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کے قتل کے بعد اپنے چھوٹے بیٹے حضرت شیث کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔

یہ خالق کائنات کی طرف سے منتخب کئے گئے پہلے نبی کے جانشین کی نامزدگی کے پس منظر کے طور پر نازل ہونے والی آیات مقدسہ کی تفسیر و تفصیل تھی اور یہی ان کی شانِ نزول تھی۔

آیئے اب نبی آخر الزماں سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کی نامزدگی کے معاملے کا جائزہ لیتے ہیں اور اس سلسلے میں نازل ہونے والی آیات کی شانِ نزول جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ کتاب کے ابتدائی حصے میں ''دعوتِ عشیرہ'' کے عنوان

Marfat.com

سے شامل مضمون قارئین کی نظر سے گزر چکا ہوگا، اس میں مکہ معظمہ میں نازل ہونے والی سورۃ الشعراء کی 214 ویں آیت کا ذِکر ہے جس میں رب العالمین ارشاد فرما رہا ہے:

وانذر..... الاقربینo

اس آیت کا اُردو ترجمہ ہے:

''(اے حبیبؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (خدا کے عذاب سے) ڈراؤ۔''

''دعوتِ عشیرہ'' کے عنوان کے تحت لکھے گئے مضمون میں اس آیت کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے دعوتِ عشیرہ کے سلسلے میں سارا واقعہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے، تاہم زیرِ نظر مضمون کے موضوع کے اعتبار سے اس واقعہ کے آخری حصے کا پھر ذِکر کرنا ضروری ہے۔

مستند مفسرین، مؤرخین اور محققین کے مطابق جب دعوتِ عشیرہ کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمانوں کی عدم دلچسپی کے باوجود خدا کا پیغام ان تک پہنچا دیا تو اس کے بعد انہیں مخاطب کر کے فرمایا ''کارہائے رسالت کی انجام دہی کے لئے تم میں سے جو بھی میری مدد کرنے کا وعدے کرے گا، میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ میرا وصی ہوگا (یعنی میری وصیت پر عمل کرنے والا) میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا!''

ذہن نشین رہے کہ آیت میں اس اعلان کا ذکر نہیں تھا' البتہ جس وحی کے ذریعے متذکرہ بالا آیت نازل ہوئی تھی' اس اعلان کے بارے میں ہدایت اس وحی میں ضرور شامل ہوگی بہرحال آیت میں اسے پوشیدہ رکھا گیا۔

Marfat.com

تاہم اس اعلان کے باوجود سب مہمان یوں بیٹھے رہے گویا انہیں سانپ سونگھ گیا ہو، جب بزم میں کوئی گویا نہ ہوا اور خاموشی طویل ہونے لگی تو اپنے والدِ گرامی کے قریب بیٹھے ہوئے حضرت علیؑ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آپؑ نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے آپ کے حق پر ہونے کا مکمل یقین ہے، میں آپ کے فرائض کی ادائیگی میں آپ کی ہر طرح سے مدد کروں گا۔"

یہ سن کر جنابِ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو گلے سے لگا لیا اور یہ اعلان فرمایا کہ "یہ علیؑ میرا وصی، میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا۔" گویا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی آخرالزماں نے اپنے جانشین کی نامزدگی کا خود اعلان فرما دیا۔

ہوسکتا ہے کہ بعض قارئین کے ذہنوں میں یہ خیال آئے کہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کے جانشین کی نامزدگی کیلئے تو قرآنی آیات کا حوالہ دیا گیا تھا، مگر سیدالمرسلینؐ کی جانشینی کے سلسلے میں صرف ایک تاریخی واقعے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایسے قارئین کے اطمینانِ قلب کیلئے سورۃ نجم کی پہلی چار آیاتِ مبارک، ان کا ترجمہ اور ان کی شانِ نزول پیش کی جاتی ہے، بلکہ ابتدا شانِ نزول سے منسلک واقعہ سے کی جاتی ہے تا کہ وضاحت کے ساتھ ساتھ تحریر میں دلچسپی بھی برقرار رہے۔

مکہ مکرّمہ میں ایک رات نمازِ عشا کی ادائیگی کے بعد رسالت مآبؐ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "کل علی الصبح فلک سے ایک ستارہ نازل ہوگا، وہ ستارہ جس فرد کے گھر پر اُترے گا وہ میرا جانشین ہوگا۔"

یہ اعلان سننے کے بعد بعض افراد نے کروٹیں بدلنے میں رات گزار دی، کہ عین ممکن ہے فلک سے علی الصبح اترنے والا ستارہ انہی کے مکان پر آن اترے۔ جب صبح ہونے کو تھی تو بہت سے لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر دھڑکتے دِلوں کے ساتھ کھڑے تھے۔

مگر ا ہوا وہی جو قدرت کو منظور تھا، سب نے دیکھا کہ فلک سے اترنے والا

Marfat.com

ستارہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مکان پر اُترا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ ''علیؑ ابن ابی طالبؑ میرا جانشین ہوگا۔''

یہ حقیقت تھی کہ اس وقت یعنی اس دور میں بعض لوگ پہلے ہی حضرت علیؑ سے بے حد حسد کرتے تھے اور بعض تو بُغض وعناد بھی رکھتے تھے، انہیں سید المرسلینؐ کا یہ اعلان بہت گراں گزرا، چنانچہ انہوں نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ اس اعلان پر دبے لفظوں میں اپنے تحفظات کا اظہار شروع کر دیا، بعض حضرات خدا کے رسولؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ بھی کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ ''علی کی محبت میں بہک گئے ہیں۔''

وہ ذاتِ سمیع وبصیر سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی، چنانچہ اس کی طرف سے فوراً ردِعمل کا اظہار ہوا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوگئے۔ اس وحی میں اس واقعہ سے متعلق نازل ہونے والی سورۃ نجم کی پہلی چار آیات اور ان کا ترجمہ نقل کیا جارہا ہے۔

اس سورۃ کی پہلی آیت میں ارشاد خداوندی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والنجم اذا ھوٰیo

اُردو ترجمہ: ''ستارے کی قسم جب وہ اترتا ہے۔''

دوسری آیہ مبارک ہے:

ماضل.....وما غوٰیo

اُردو ترجمہ: ''تمہارا ساتھی (محمدؐ) نہ تو غلطی کرتا ہے اور نہ ہی بہکتا ہے۔''

تیسری آیت میں ارشادِ ربانی ہوا:

وما... الھوٰیo

Marfat.com

اُردو ترجمہ:

''نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔''

چوتھی آیت میں معاملے کی مزید وضاحت اور اعلان کی توثیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان هو .... يوحىٰ ○

اُردو ترجمہ:

''وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ہوتا ہے۔''

تو گویا اللہ رب العزت نے چوتھی آیت میں یہ فرما کر کہ ''میرے حبیبؐ نے جو کچھ کہا وہ وحی تھا'' معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ نمازِ عشاء کے بعد کیے جانے والے اپنے خطاب سے لے کر اگلے روز نمازِ فجر کے بعد کیے گئے اعلان تک آپؐ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سب کچھ کہنے کا حکم انہیں وحی کے ذریعے دیا گیا تھا اور آپؐ خدا کے اسی حکم کو بجا لائے۔

بلا واسطہ طور پر ان آیات اور ان کی شانِ نزول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نبیؑ اور رسولؐ کے جانشین کی نامزدگی کے اعلان کا اختیار صرف اور صرف متعلقہ نبیؑ اور رسولؐ کو حاصل ہوتا ہے کہ وہی اس وقت روئے زمین پر خدا کے نمائندے ہوتے ہیں۔

اُردو کے مشہور و معروف شاعر اسد اللہ خان غالب نے یقیناً متذکرہ بالا آیات اور آیتِ ولایت اور ان کی تفسیر کے مطالعہ کے بعد ہی یہ شعر کہا تھا:

امامِ ظاہر و باطن امیرِ صورت و معنی
علیؑ ولی اسداللہ جانشینِ نبیؐ ہے

○○○○

Marfat.com

پچھتاوا

قادر مطلق قرآن مجید کی پچیسویں سورۃ ''الفرقان'' کی چھبیسویں، ستائیسویں اور اٹھائیسویں آیات میں ارشاد فرما رہا ہے:

(26)الملك يومئذ ن......الكفرين عسيرا O

اردو ترجمہ:

''اس دن کی سلطنت خاص خدا ہی کے لیے ہوگی اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔''

(27)ويوم يعض ....الرسول سبيلاO

اردو ترجمہ:

''اور جس دن ظلم کرنے والا اپنے ہاتھ (مارے افسوس کے اپنے دانتوں سے) کاٹنے لگے گا اور کہے گا کہ کاش رسولؐ کے ساتھ میں بھی دین کا سیدھا راستہ پکڑتا۔''

(28)يويلتى ليتنى ....فلانا خليلا O

اردو ترجمہ:

Marfat.com

"ہائے افسوس کاش میں فلاں شخص کو (اپنا) دوست نہ بناتا۔"

سورہ الفرقان کی مندرجہ بالا آیت میں رب العالمین قیامت کے دن کا تذکرہ کر رہا ہے، یہ تو بالکل واضح ہے کہ پہلی آیت کے مطابق یہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا لیکن اس راز پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ اس روز کونسا ظلم کرنے والا مارے افسوس کے اپنے ہی دانتوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے گا اور پچھتاوے کا اظہار بھی کرے گا کہ میں نے رسولؐ خدا کا دکھایا ہوا صراطِ مستقیم کیوں چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ وہ کسی خاص شخص کو اپنا دوست بنانے پر افسوس کا اظہار کر رہا ہوگا۔ آیت میں اس شخص کے بارے میں بھی کوئی اشارہ موجود نہیں۔

یہ تمام تر تفصیلات رسالت مآبؐ نے اس مجمع میں مسلمانوں کو بتائی ہوں گی جن سے رسول خداؐ نے ان آیات کے نزول کا ذکر کیا ہوگا تاہم بعض مفسرین نے تفسیروں میں ایک واقعہ رقم کیا ہے جس میں تمام تفصیلات درج ہیں، ان روایات کے مطابق مکہ مکرمہ کا ایک معروف تاجر جو عتبہ بن معیط کے نام سے مشہور تھا، وہ جب بھی اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ واپس مکہ پہنچتا تو اشرافِ مکہ کو اپنے ہاں مدعو کرتا اور مال و دولت کما کر لانے کی خوشی میں ان کی خاطر مدارات کرتا۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہونے کے باوجود اکثر حضور اکرمؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہتا کہ مکہ کی بلکہ دنیا کی اعلیٰ ترین اور معزز ترین شخصیت تھے۔

ایک مرتبہ اپنے نہایت کامیاب تجارتی سفر سے لوٹنے کے بعد اس نے حسبِ معمول اشرافِ مکہ کو اپنے یہاں دعوت پر مدعو کیا تو اسے خیال آیا کہ حضرت محمدؐ ابن عبداللہ کو بھی اس دعوت میں شرکت کی دعوت دینی چاہیے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے مدعا بیان کیا، حضورؐ کہ رحمت العالمین ہونے کے علاوہ

Marfat.com

صاحبِ خلقِ عظیم بھی تھے، آپ ؐ نے عتبہ کی دعوت قبول کر لی اور وقتِ مقررہ پر اس کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں موجود سب مہمانوں سے نہایت خندہ پیشانی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

سب مہمان جمع ہو گئے تو دستر خوان پر طرح طرح کے کھانے چُن دیئے گئے، سب مہمانوں نے نہایت رغبت سے کھانا شروع کر دیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ میزبان عتبہ کی آپ ؐ پر نظر پڑی تو اس نے حیران ہو کر پوچھا ''آپ کیوں تناول نہیں فرما رہے؟''

حضور ؐ نے جواب میں فرمایا ''جب تک تم کلمۂ شہادت نہیں پڑھو گے، دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو گے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تم نے چونکہ مجھے مدعو کیا تھا، اس لیے میں آ تو گیا ہوں۔''

عتبہ نے سوچا کہ اگر حضور ؐ یوں ہی بغیر کچھ کھائے پیئے اٹھ کر چلے گئے تو جس مقصد کے لیے میں دعوت کا اہتمام کیا کرتا ہوں، وہ مقصد پورا نہیں ہوگا۔ چنانچہ عتبہ بن معیط ایمان لے آیا اور اس نے تمام مہمانوں کی موجودگی میں کلمۂ شہادت پڑھا۔ چنانچہ حضور ؐ نے خوش ہو کر کھانا تناول فرما لیا۔

چند روز کے بعد عتبہ کے ایک جگری دوست ابی بن خلف نے جو اس دعوت میں موجود نہیں تھا، جب یہ خبر سنی تو وہ دشمنِ اسلام آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ عتبہ بن معیط کے پاس پہنچا اور جاتے ہی اس پر تند و ترش لہجے اور لفظوں میں لعن طعن شروع کر دی۔

ابی بن خلف نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا تو اس کے دوست عتبہ نے اس سے فقط یہ کہا ''میں نے اس محفل میں کلمۂ شہادت محض ایک مہمان کی خوشنودی کے لیے پڑھا تھا ورنہ دل سے تو میں اب تک اپنے آبائی مذہب پر کاربند ہوں اور اسی پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔''

یہ سن کر بھی اس کے دل میں اسلام کے خلاف موجود نفرت ماند نہ پڑی۔

Marfat.com

چنانچہ کہنے لگا:۔

''اگر تو اپنے قول کا سچا ہے اور مجھے قائل کرنا چاہتا ہے تو جا کر (نعوذ باللہ) محمدؐ ابن عبداللہ کے منہ پر تھوک دے۔'' (نقل کفر، کفر نہ باشد)

چنانچہ عتبہ مردود اپنے دوست کے کہنے پر اسے مطمئن کرنے کی غرض سے موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔ ایک روز رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ عتبہ کی اُن پر نظر پڑ گئی۔ چنانچہ اس نے اپنے دوست ابی بن خلف کی خوشنودی کی خاطر اس کی فرمائش پوری کرنے کی ٹھان لی، وہ حضورؐ کے سامنے پہنچا اور لعاب دہن کو منہ میں جمع کرنے کے بعد اسے حضورؐ کے چہرۂ مبارک کی طرف پھینکا، مگر خدا کی قدرت سے وہ لعاب دہن واپس آیا اور اس کے اپنے چہرے کو جلا گیا۔ اس کا چہرہ ایسا سیاہ ہو گیا کہ عمر بھر وہ سیاہی دور نہ ہوئی۔

اس کے بعد ہوا یہ کہ عتبہ اور ابیؔ دونوں کفار کے لشکر کے ساتھ بدر کے مقام پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مگر دونوں جہنم واصل کر دیئے گئے۔

متذکرہ بالا آیات کے نزول کا پس منظر بیان کر دیا گیا ہے، چنانچہ ان آیات قرآنی کے مطابق قیامت کے روز عتبہ مارے افسوس کے اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور پچھتائے گا کہ میں نے ابیؔ بن خلف کو اپنا دوست کیوں بنایا، اور اس کے کہنے میں آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گستاخی کیوں کی۔ کاش جب میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا تو اس پر قائم رہتا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلتا رہتا۔

مگر افسوس کہ قیامت کے روز جب خدائے قہار کی بادشاہی ہوگی، اس کا پچھتانا کسی کام نہیں آئے گا۔

OOOO

Marfat.com

ہجرت کی رات

اس مضمون میں اس آیت کے نزول کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جسے ''اشارۂ پنہاں'' کے ایک نادر نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے جو اعلان کیا جا رہا ہے وہ نہایت اہم ہونے کے باوجود جس ہستی کے بارے میں کیا جا رہا ہے نہ صرف اس کے نام کو پوشیدہ رکھا گیا بلکہ اس سارے کے سارے منصوبے کو بھی اللہ رب العزت نے اس وقت تک پوشیدہ رکھا جب تک یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ گیا۔

بعض محققین کی رائے ہے کہ جب رب العزت اپنے مصطفیٰ، مرتضیٰ اور مجتبیٰ بندوں کی مدح کرنا چاہتا ہے تو خود اختصار اور اشاروں کنایوں سے ان کے فضائل بیان کر کے ان کی نشاندہی کر دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ فریضہ خود میرا حبیبؐ ادا کرے جبکہ کچھ محققین کی رائے ہے کہ قرآن مجید کی بعض ایسی آیتیں بھی ہیں جن میں اشاروں کنایوں سے کافروں، ظالموں اور منافقوں کی بھی مذمت کی گئی ہے۔

بہرحال اس بحث سے قطع نظر زیرِ نظر مضمون میں دوسری سورۃ ''البقرہ'' کی دوسوساتویں آیت کا تذکرہ مقصود ہے۔ ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

و من الناس.......... رَءُوفٌ ۢ بالعبادO

اس آیۂ مبارک کا اردو ترجمہ ہے:

Marfat.com

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی
(مرضی) حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور
خدا ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت کرنے والا ہے۔"

یہ کون ہستی ہے جو اللہ کی مرضی خریدنے کے لیے اپنی جان تک بیچ دیتی ہے؟ کیا کوئی اپنی جان تک بیچ سکتا ہے اور اگر بیچ سکتا ہے تو کیا اس کے بدلے میں اللہ کی مرضی بھی خریدی جا سکتی ہے؟ کیا اللہ کی مرضی بکاؤ مال ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہت سے سوالات ایسے ہیں جو قرآن مجید کے ان قاریوں کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو نہ مسلمانوں کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس عموماً تفاسیر کے مطالعے کا وقت ہوتا ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ مسلمہ اور مصدقہ تاریخ اسلام کی مدد سے یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ یہ آیۂ مبارک کب اور کن حالات میں نازل ہوئی اور اس کے نزول کا پس منظر کیا ہے؟

مستند اور مصدقہ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جب رسالت مآبؐ کی بعثت کو تقریباً تیرہ برس سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا تو قریشِ مکہ کے ظلم اور زیادتیوں میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ اب وہاں مسلمانوں کا اور ان کے رسولؐ کا رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا۔ اس صورتحال میں حضورؐ مقبول طائف تشریف لے گئے تاکہ مکہ میں سکونت ختم کر دیں مگر اہل طائف نے بھی آپ پر پتھر برسائے، چنانچہ آپؐ مایوس ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا اور وہ چھوٹے چھوٹے قافلوں کی صورت میں مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب قریش کو اس

Marfat.com

کا علم ہوا تو اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ''ان کے بعد ان کے رسولؐ بھی ایک روز چپکے سے مکہ چھوڑ دیں گے اور مدینہ میں اپنے پیروکاروں سے جا ملیں گے۔'' یہ صورت ان کے لیے قابل قبول نہیں تھی کہ مدینہ میں اسلام پھلتا پھولتا چلا جائے اور پھر ایک روز مسلمان اس قدر طاقتور ہو جائیں کہ ان کا میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں۔ چنانچہ صورتحال کو نہایت خطرناک قرار دے کر تمام سردارانِ قریش ایک مقام پر جمع ہوئے اور بحث و تمحیص کے بعد سب اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو گئے جس کے اہم نکات یہ تھے کہ ہر قبیلہ ایک نہایت طاقتور جنگجو اس مسلح گروہ میں شامل ہونے کے لیے نامزد کرے جس کی ذمہ داری یہ ہو گی کہ رات بھر پیغمبر اسلام کے گھر کے چاروں طرف پہرہ دیا جائے اور رات کی تاریکی میں موقع ملتے ہی پیغمبر اسلام پر اجتماعی حملہ کر دیا جائے اور حملے کے دوران میں انہیں قتل کر دیا جائے۔ ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو سب قبیلے چندا اکٹھا کر کے قبیلۂ بنی ہاشم کو خون بہا ادا کر دیں گے۔ یہ اس منصوبے کی اہم خوبی خیال کی گئی کیونکہ اس طرح پیغمبر اسلام کو قتل کر دینے کی ذمہ داری تنہا کسی ایک قبیلے پر نہیں آئے گی۔

قادرِ مطلق کہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی، علیم بھی ہے اور خبیر بھی، اس نے جھٹ حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے اس منصوبے سے اپنے حبیبؐ کو آگاہ کر دیا اور یہ ''حکم'' بھیجا کہ علیؑ ابن ابی طالبؓ کو اپنے بستر پر سلا کر رات کے اندھیرے میں مکہ سے نکل جائیں۔''

چنانچہ پیغمبر اسلام نے رازدارانہ انداز میں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کو خدا کی طرف سے نازل ہونے والے حکم سے آگاہ کر دیا۔ محققین لکھتے ہیں کہ متذکرہ بالا حکم سنتے ہی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ نے رسولؐ خدا سے صرف یہ استفسار کیا ''کیا مرے سو جانے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟''

Marfat.com

حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت علیؑ فوراً حکم کی تعمیل پر یہ کہتے ہوئے آمادہ ہوگئے کہ "میری جان جائے یا رہے، آپ کی سلامتی بہرحال مطلوب ہے۔"

ادھر رسالت مآبؐ نے مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت جاری کردی کہ "آنے والی رات کے دوران میں سب اہلِ ایمان اپنے اپنے گھروں کے اندر رہیں، کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔" اس کے علاوہ آپؐ نے ہر بات کو صیغہ راز میں رکھا۔

رات ہوئی تو حضرت علیؑ ابن ابی طالب رسالت مآبؐ کے بستر پر ان کی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور لیٹتے ہی محوِ خواب ہوگئے۔ کوئی اور ہوتا تو اس گھر کی چار دیواری کے باہر کھڑے چالیس مسلح اور طاقتور نوجوانوں کے حملہ آور ہونے کا خوف اس کی نیند اڑا دیتا مگر حضرت علیؑ کہ ان کی صرف یہ خواہش تھی بلکہ آرزو تھی کہ اس عرصے میں رسالت مآب پر کوئی حملہ آور نہ ہو، رسالت مآب کے ارشاد پر تکیہ کرکے اور رسولِ خدا کی اطاعت کرتے ہوئے سونے کو عبادت جان کر گہری نیند سو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ کوئی رسالت مآبؐ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

قادرِ مطلق کو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کے ایمان، ایقان اور جذبۂ ایثار کے تحت اپنی جان کی پرواہ نہ کرنا اور گہری نیند سو جانا اس قدر پسند آیا کہ وہ اس کی ستائش میں سورہ بقرہ کی دوسو ساتویں آیت نازل کیے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن یہ آیت اس ذات باری نے اس وقت نازل فرمائی جب پیغمبر اسلام اور ان کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ بھی بخیریت مدینہ پہنچ چکے تھے۔ اس وقت تک اس نے اس رازِ پنہاں کو راز ہی رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کو کیسا درجہ اور مرتبہ عطا کر دیا' اس کا جائزہ لینے سے پہلے ان قارئین کے لیے پہلے ہجرت کی رات کے سارے واقعے کو بیان کر دیا جائے جنہیں اس کے بارے میں زیادہ تفصیل معلوم نہیں ہے۔

جس وقت رات کی تاریکی میں رسالتؐ مآب دبے پاؤں مکہ سے باہر نکل

Marfat.com

رہے تھے، سارے شہر میں ہُو کا عالم تھا۔ رسالت مآبؐ کو چلتے چلتے اپنے پیچھے کچھ فاصلے پر آنے والے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ آپ یقین کرنے کے لیے لمحہ بھر کو رک گئے تو آہٹ بھی آنا بند ہو گئی۔ آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر پھر دبے پاؤں چلنا شروع کیا تو وہ آہٹ پھر آنے لگی۔

آپ نے گھبرا کر رک کر دیکھا اور سوچا کہ کون میرا پیچھا کر رہا ہے تو انہیں حضرت ابوبکرؓ کھڑے نظر آئے۔ رسالت مآبؐ نے انہیں بھی ہمراہ لے لیا۔ دونوں چپکے سے چلتے چلتے غارِ ثور تک پہنچے تو حضورؐ نے اسی غار میں چھپ کر رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ قدرت نے جلدی سے ایک مکڑی سے غار کے منہ پر جالا تنوا دیا، غار کے دروازے کے قریب جھاڑی میں کبوتروں کے جوڑے نے آ کر اپنا گھونسلا بنایا اور وہاں کبوتر کی مادہ نے انڈے بھی دے دیئے۔ گویا قدرت نے ایسی سٹیج تیار کر دی کہ رسالت مآبؐ کے دشمن جب انہیں ڈھونڈتے ہوئے آئے تو انہیں مکڑی کا جالا اور غار کے منہ پر کبوتری کے انڈے دیکھ کر یقین ہو گیا کہ غارِ ثور میں نہ کوئی آیا ہے نہ گیا ہے اور یوں وہ آگے بڑھ گئے۔

ادھر رات بھر چالیس قریش نوجوان ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے حضور رسالت مآبؐ کے گھر کا محاصرہ کئے رہے مگر جب اذان صبح کا وقت قریب آیا تو انہوں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب پیغمبر اسلامؐ، نماز فجر کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں چنانچہ انہوں نے فوراً دیواریں پھلانگ کر بستر کو گھیرے میں لے لیا۔ خالد بن ولید نے وار کرنے کے لیے تلوار اٹھائی اور ان میں سے ایک نے چادر کا ایک کونا پکڑ کر اس کو زور سے کھینچا تو حضرت علیؓ جلدی سے بیدار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک ہی جھٹکے میں خالد بن ولید کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ انہیں تیغ زنی کے لیے تیار دیکھ کر قریش نوجوانوں میں سے ایک نے پوچھا:

Marfat.com

''کہاں ہیں محمدؐ؟''

حضرت علیؑ نے جواب دیا: ''کیا تم مجھے ان پر چوکیدار مقرر کر گئے تھے؟ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟''

چنانچہ سب کے سب قریش نوجوانِ لاجواب ہو کر چلے گئے۔ حضرت علیؑ نے رسالت مآبؐ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے تمام امانتیں، ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور پھر اپنی والدہ جناب فاطمہ بنتِ اسد اور رسالت مآبؐ کی جگر گوشہ جناب فاطمۃ الزہرہؑ کو ہمراہ لے کر مدینہ کے باہر اس جگہ بخیریت پہنچ گئے جہاں پیغمبر اسلامؐ ان کا اور ان کے ہمراہیوں کا انتظار فرما رہے تھے۔ جو قارئین ہجرت کی مزید تفصیلات جاننا چاہیں وہ تاریخ طبری، دوسری جلد، صفحہ نمبر 200 اور اس کے بعد کے صفحات کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

جہاں تک متذکرہ آیت اور اس میں استعمال کیے جانے والے الفاظ کے معانی، مطالب اور مفاہیم کا تعلق ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں تک حضرت علیؑ کے مطمعِ نظر کا تعلق ہے، انہیں اپنی جان کی بالکل کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اگر فکر تھی تو پیغمبر اسلامؐ کی خیریت اور سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچ جانے کی کہ وہاں اس وقت ان کے سب خیر خواہ تھے اور کوئی دشمن نہیں تھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ اللہ کی مرضی خریدنے کے لیے اپنی جان تک بیچنے کو تیار تھے، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی سلامتی کے لیے اپنی جان نثار کرنے کو مکمل طور پر تیار تھے۔ اب اللہ جو اس کے عوض انہیں اپنی مرضی عطا کر رہا تھا تو یہ اس رحمٰن رحیم اور کریم کی اپنی عطا ہے مگر تاریخ گواہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی ساری زندگی کے دوران میں نہ کبھی خدا کی مرضی کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی کوشش کی، نہ ہی اسے اپنی ملکیت ظاہر کیا اور نہ ہی اسے اپنی ملکیت جانا۔

OOOO

Marfat.com

قابل تعظیم، ارفع واعلیٰ نورانی گھر

اللہ رب العزت قرآن مجید کی چوبیسویں سورۃ ''النور'' کی پینتیسویں آیت سے لے کر اڑتیسویں آیات میں ارشاد فرما رہا ہے:

1- اللہ نور السموت.......... شئی علیمO

2- فی بیوت اذن اللہ.......... والاصالO

3- رجال لا ....والابصارO

4-لیجز یھم اللہ.......... بغیر حسابO

ان آیات کریمہ کا اردو ترجمہ ہے:

1- ''خدا سارے آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق میں ایک روشن چراغ ہو اور (وہ) چراغ شیشے کی قندیل میں ہو اور قندیل گویا جگمگاتا ہوا روشن ستارہ۔ (وہ چراغ) زیتون کے ایسے مبارک درخت کے (تیل) سے روشن کیا جائے جو نہ مشرق کی طرف ہو نہ مغرب کی طرف، اس کا تیل (ایسا شفاف ہو کہ) اگرچہ آگ اسے چھوئے بھی نہیں، تاہم ایسا لگے کہ (چراغ) آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا۔ (غرض نور نہیں بلکہ) نورٌ علیٰ نورِ خدا اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے

Marfat.com

ہدایت کرتا ہے اور خدا لوگوں (کے سمجھانے) کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے اور خدا تو ہر چیز سے خوب واقف ہے۔"

2۔ "(وہ) قندیل ان گھروں میں روشن ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان (گھروں) میں اس کا نام لیا جائے جن میں صبح وشام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔"

3۔ "ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت ہی غافل کر سکتی ہے نہ (خرید و) فروخت (کا معاملہ کیونکہ) وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جب (خوف کے مارے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔"

4۔ (وہ خدا کی عبادت اس لیے کرتے ہیں) تاکہ خدا انہیں ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور اپنے فضل سے کچھ اور زیادہ بھی دے اور خدا تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

متذکرہ بالا چاروں آیات باہم مربوط ہیں اور ان کا نزول اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ پہلے تو انسانوں کو اور بالخصوص مسلمانوں کو ان کی فہم و فراست اور ان کے مشاہدے کے مطابق انہیں اپنے نور سے متعارف کرائے کیونکہ اور کسی طور وہ نور ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ بھی فرماتا ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے اسے اس نور کا ادراک عطا کر دیتا ہے، تماثیل کے ذریعے سے۔

دوسری آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بعض گھروں سے بھی متعارف کرانا چاہتا ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کی تعظیم کی

Marfat.com

جائے، جب ان کے پاس سے گزرا جائے تو جھک کر گزرا جائے کیونکہ اللہ کے نور کے چراغ انہی گھروں میں روشن ہیں، ان گھروں کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ ان گھروں میں صبح وشام اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔

تیسری آیت کے ذریعے خدا یہ بھی چاہتا ہے کہ ان گھروں میں جو لوگ رہتے ہیں اور جو صبح شام خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، ان کا تعارف بھی کرا دیا جائے اور ان کے اوصاف یوں بیان کرتا ہے کہ ''نہ تو ان لوگوں کو کوئی دنیاوی کام اللہ کی عبادت کرنے سے غافل کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ کبھی نماز قائم کرنے یا زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل ہوئے ہیں بلکہ وہ اپنی عظمت اور قربت الٰہی کے باوجود قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔''

چوتھی آیت سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرنے والے، اس کے احکامات بجالانے والے اس کے مصطفیٰ، مجتبیٰ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کے طلبگار رہتے ہیں۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ متذکرہ بالا آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے نور سے متعارف کرانا چاہتا ہے، اس کے بعد ان گھروں کو متعارف کرانا چاہ رہا ہے جن میں اس کے نور کی قندیل تو روشن ہے مگر ان گھروں کو مخفی رکھا ہے، البتہ ان کے مکینوں کے صرف اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان کی نشاندہی نہیں کی گئی اور یوں یہ بھی پنہاں رکھا گیا ہے کہ وہ کون ہستیاں ہیں۔ ایسے ہی مخفی گوشوں سے پردہ اٹھانا کار رسالت میں شامل تھا کہ وحی کے نزول کے دوران میں انہیں ہر تفصیل سے آگاہ کر دیا جاتا تھا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہر آیت ایمان لانے والوں کو سناتے رہتے تھے اور اہل ایمان کی تسلی

Marfat.com

اور اطمینان کے لیے مجمع میں موجود ہر شخص کے سوال کا جواب دیتے تھے تا کہ کارِرسالت کی ادائیگی میں (خاکم بدھن) کوئی کمی نہ رہ جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اہلِ ایمان خدا کے حکم کو مکمل طور پر جاننے سے قاصر رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے اور علیم وخبیر بھی، وہ دلوں کی کیفیت سے بھی اور انسان کی نیت سے بھی آگاہ ہے اور قیامت تک جو واقعات روئے زمین پر رونما ہوں گے ان سے بھی باخبر ہے۔ اس لیے وہ ہر بات واضح طور پر بیان کرتا ہے۔

متذکرہ بالا آیت کے نزول کے وقت جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع میں موجود سب لوگوں کو ان آیات کے نزول سے آگاہ فرمایا تو کسی نے آسمانوں اور زمین کے نور کی وضاحت کرنے کی فرمائش نہ کی۔ البتہ جن گھروں میں نور کا چراغ روشن ہے اور جن کے مکین صبح وشام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے احکام کی پابندی کرنے سے کبھی غافل نہیں ہوئے، ان گھروں کے بارے میں یکے بعد دیگرے حاضرین سوال کرنے لگے کہ "یہ کن گھروں کا ذکر ہے خدا جن کی مدح کر رہا ہے؟"

کسی نے پوچھا "یہ گھر خانہ کعبہ تو نہیں؟" حضور نے جواب دیا۔ "نہیں۔"

پھر پوچھا گیا "یہ بیت المقدس تو نہیں؟" حضورؐ نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔

کسی نے سوال کیا "اس گھر سے مراد کوئی مسجد تو نہیں۔" اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔

حاضرین میں سے کچھ دل میں سوچنے لگے کہ یہ کون سے گھر ہیں جن میں صبح وشام تسبیح ہو رہی ہے۔ پروردگارِ عالم کی حمد وثنا ہو رہی ہے۔ جن کی تشبیہ کے لیے پروردگارِ عالم اپنے نور کا ذکر فرما رہا ہے۔

چنانچہ ایک شخص نے پوچھا "کیا یہ انبیاء علیہم السلام کے گھر ہیں؟"

Marfat.com

پیغمبر اسلام نے جواب دیا "ہاں۔"

حاضرین کو معلوم تھا کہ حضورؐ اپنی لخت جگر جناب فاطمۃ الزہرہؑ کے گھر بھی جاتے رہتے ہیں۔ ان میں حضرت علی علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی رہتے ہیں اور ان سب کو ہی پنجتن پاک علیہم السلام کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مفسر کے مطاق حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا، جو مسجد نبوی کے کنارے واقع تھا، "کیا یہ جو سامنے گھر ہے، ان گھروں میں شامل ہے؟"

افضل الانبیاء والمرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا "جتنے انبیاء کے گھر ہیں، ان میں سب سے بلند اور افضل گھر یہی ہے۔"

یہ وہی گھر تھا جہاں حضرت جرائیل حضورؐ کے لیے آیات لے کر نازل ہوتے تھے، یہی وہ گھر تھا جہاں جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا تھک جاتی تھیں تو جرائیل چکی چلانے کے لیے آیا کرتے تھے۔ جب حسینؑ گھوارے میں تھے تو وہ گھوارہ جنبانی کے لیے بھی آتے تھے۔ اس گھر میں اللہ کی مصطفےٰ، مجتبےٰ اور مرتضےٰ ہستیاں رہتی تھیں۔ انہیں ہی بلند کرنے کے لیے اور ان ہی کی تعظیم کے لیے سورۂ نور کی متذکرہ بالا آیت نازل ہوئی تھیں اور پروردگار عالم اسی گھر کے مکینوں کی ان آیات کے ذریعے مدح فرمارہا تھا اور ان ہی کی عظمت بیان فرمارہا تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ یہ بلند مرتبہ ہستیاں جس طرح ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہوئیں تو اریخ میں ان کا تذکرہ اور تفصیل دیکھ کر چشمِ فلک خون کے آنسو بہاتی ہے۔

OOOO

Marfat.com

جھوٹوں پر خدا کی لعنت

ابتداء ہی میں یہ ذکر کر دیا جائے کہ اس مضمون میں قرآن مجید کی تیسری سورۃ ''آلِ عمران'' کی 59ویں، 60ویں اور 61ویں آیات کو موضوعِ سخن بنایا جا رہا ہے کہ ان میں سے آخری آیت میں ایسا اشارۂ پنہاں تھا کہ جس کی وجہ سے جھوٹوں پر لعنت کرنے* کے لیے جب تک نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں میدان مباہلہ میں جانے کا وقت آن نہ پہنچا اُس وقت تک بعض مسلمانوں کے دل میں یہ خواہش پلتی رہی کہ ''کاش جھوٹوں پر لعنت کی بددعا کرنے کے لیے رسولِ خداؐ مجھے یا میرے اہلِ خانہ میں سے کسی کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔''

مفسرین کی روایت کے مطابق نمازِ فجر کے بعد جب رسولِ خداؐ کو میدان مباہلہ میں جانا تھا، بعض مسلمان اپنی ایڑیاں اونچی کر کر کے اور اپنے پاؤں کے پنجوں پر کھڑے ہو کر اپنا اپنا چہرہ رسول خداؐ کو دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر انہیں تو صرف ان ہستیوں کو اپنے ہمراہ میدان مباہلہ میں لے کر جانا تھا جن کے بارے میں انہیں وحی کے ذریعے ہدایت دی گئی تھی۔

آیات اور ان کا ترجمہ نقل کرنے سے پہلے ذرا آیات کے نزول کا پس منظر اور متعلقہ واقعے کی تفصیل پیش کر دی جائے۔

ان مبارک آیات کی شانِ نزول یہ ہے کہ ہجرت کے نویں سال رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب قبائل کو اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں دعوت نامے ارسال فرمائے جس کے نتیجے میں ایک قبیلے کے بعد دوسرا قبیلہ اور ایک علاقے کے لوگوں کے بعد دوسرے علاقوں کے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

ایسا ہی ایک دعوت نامہ آپؐ کی طرف سے نجران کے نصرانیوں کو بھی ارسال کیا گیا تھا۔ نجران یمن کا ایک شہر ہے۔ یہاں یہ دعوت نامہ موصول ہونے کے بعد ساٹھ نصرانیوں پر مشتمل ایک وفد حضورؐ سے ملاقات کے لیے آیا، یہ وفد نصرانی علماء پر مشتمل تھا اور ان کا سربراہ عبدالمسیح نامی پادری تھا۔

اس نے حضورؐ سے سوال کیا ”حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا؟“ اس موقع پر 59ویں آیت نازل ہوئی۔

”ان مثل عیسیٰ.......... له کن فیکون“

اور اس کے مطابق حضورؐ نے جواب دیا

”حضرت عیسیٰؑ کا اللہ سے وہی تعلق ہے جو حضرت آدمؑ کا اللہ سے تعلق ہے، اللہ نے انہیں مٹی سے خلق کیا۔ اللہ نے کہا ہو جا تو وہ خلق ہو گئے۔“

مراد اس سے یہ تھی کہ تم لوگ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اس لیے کہتے ہو کہ ان کو بغیر باپ کے ماں کے بطن سے پیدا کیا گیا مگر حضرت آدمؑ کی تو ماں بھی نہیں تھی۔ لیکن نصرانیوں نے اس دلیل کو ماننے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ اس کے بعد اس سے اگلی آیت نازل ہوئی

”الحق من ربك فلا تکن من الممترین“

یعنی ”یہ اللہ کی طرف سے حق بات ہے اس لیے ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو (اللہ کی قدرت پر) شک کرتے ہیں۔“

Marfat.com

حضورؐ نے یہ آیت بھی عبدالمسیح کے سامنے پیش کر دی مگر وہ پھر بھی قائل نہ ہوا۔ چنانچہ پھر اس کے بعد اس سے اگلی آیت نازل ہوئی

''فمن حآجك فيه من...... لعنت الله على الكذبينO''

اردو ترجمہ ہے:

''جو تم سے ان آیات کے ذریعے عطا کیے گئے علم کے باوجود حجت کریں، ان سے کہہ دو کہ (اچھا میدان میں) آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں (جانوں) کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو...... اس کے بعد ہم سب مل کر (خدا کی بارگاہ میں) گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔''

یہ تھی ان آیاتِ مبارک کی شانِ نزول...... لیکن اس کے بعد نصرانیوں سے معاملہ طے کیسے پایا، مستند تواریخ کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگلے روز صبح کے وقت یعنی ذی الحج کی چوبیس تاریخ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح ہی صبح حضرت سلمان فارسی کو شہر کے باہر اس طے شدہ مقام پر سائبان وغیرہ نصب کرنے کے لیے بھیج دیا تا کہ حضورؐ اور ان کے ہمراہ میدان مباہلہ میں جانے والوں کے لیے بیٹھنے کا بندوست ہو جائے۔

علی الصبح مسجد نبوی میں مسلمانوں کی کثیر تعداد اس خیال سے جمع ہو چکی تھی کہ نہ جانے ان میں سے کس کس کو حضورؐ اپنے ہمراہ میدان مباہلہ میں لے جائیں، ایک جانب میدان میں نصرانی، ان کے بیٹے، عورتیں اور نفس جمع ہو چکے تھے۔ مقررہ وقت پر حضورؐ اس شان سے میدانِ مباہلہ میں پہنچے کہ ان کی گود میں (امام) حسینؑ تھے (امام) حسن مجتبیٰ نے نانا کی انگشتِ شہادت پکڑ رکھی تھی، حضور کے پیچھے ان کی لختِ جگر

Marfat.com

جناب سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرہ باپردہ تشریف لا رہی تھیں اور ان کے پیچھے ان کے شوہر حضرت علیؑ تشریف لا رہے تھے۔ (چنانچہ بہت سے مسلمانوں کی رسولِ خدا کے ہمراہ میدانِ مباہلہ میں جانے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی)۔

نصرانیوں کے سربراہ عبدالمسیح کی جب ان پُرنور چہروں پر نظر پڑی تو وہ ان کی چمک دمک سے متاثر ہو کر چلایا:۔

''حضرت عیسیٰؑ کی قسم میں ایسے نورانی چہروں کو دیکھ رہا ہوں، کہ اگر ان ہستیوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے بددعا کی تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے۔ اے نصرانیوں میں تم سے بالکل سچ کہہ رہا ہوں، اگر انہوں نے تمہارے لیے بددعا کی تو وہ یقیناً قبول ہو جائے گی اور تم صفحۂ ہستی سے مٹ جاؤ گے، اس لیے مباہلہ سے پہلے (حضرت) محمدؐ سے معاملہ طے کر لو۔''

چنانچہ اپنے پیشوا کی دانائی سے متاثر ہو کر نصرانیوں نے جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا اور حضورؐ نے انہیں اپنے مذہب پر کاربند رہنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لیے مجبور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

OOOO

Marfat.com

امامِ مبین

رب العالمین قرآن مجید کی چھتیسویں سورۃ یٰسین کی بارہویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے۔

انا نحن نحی الموتٰی.......... فی امام مبینO

اردو ترجمہ:

''ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے، (اس کو) اور ان کے تمام آثار کو لکھتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کا ایک (واضح اور روشن) امام مبین میں احصاء کر دیا ہے۔(یعنی ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو دے دیا ہے۔)

اس آیت اور اس کے ترجمے پر نظر ڈالتے ہی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں ''امام مبین'' کے الفاظ ''اشارۂ پنہاں'' کے طور پر استعمال کیے گئے ہیں اور یہ جاننے کے لیے کہ یہ الفاظ کس مرتضٰی ہستی کے لیے استعمال ہوئے ہیں، اسلام پر ایمان لانے والوں کے مجمع میں شامل مسلمانوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

Marfat.com

سے ضرور رہنمائی حاصل کرنا پڑی ہوگی۔ حقیقت سے آ گاہی حاصل کرنے کے لیے اس بزمِ رسالت مآب کا احوال بیان کیا جائے گا لیکن پہلے امام کے لفظ کی وضاحت کے لیے تھوڑی سی تمہید۔

یہ آیۂ مبارک اس سورۃ میں ہے جسے قرآنِ مجید کا دل کہا جاتا ہے۔ اس آیۂ مبارک کے ذریعے رب العالمین اہلِ ایمان کو اس حقیقت سے آ گاہ کرنا چاہتا ہے کہ اس نے اپنے وعدے کے مطابق اہلِ ایمان کی رہنمائی کے لیے نبوت کے بعد اب امامت کو روئے زمین پر نافذ کر دیا ہے۔ وہ امامت جو اس نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک امتحان میں کامیابی کے بعد عطا کی تھی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کے دوسری سورۃ البقرہ کی 124ویں آیت میں ارشادِ رب العزت ہوا:

و اذ ابتلٰی ابرٰهم .... عهدی الظلمین O

اردو ترجمہ:

''اور (اے رسولؐ بنی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے (نبی) ابراہیمؑ کا کچھ باتوں میں امتحان لیا، اور ابراہیمؑ اس (امتحان) پر پورے اترے تو خدا نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں...... حضرت ابراہیمؑ (بے حد خوش ہوئے مگر چونک کر آپ نے) عرض کی: ''اور میری اولاد میں سے؟'' (تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا) ہاں..... مگر اس منصب پر ظالموں میں سے کوئی فائز نہیں ہو سکتا۔''

تو گویا اب اللہ تعالیٰ اپنا وہ وعدہ نباہ رہا تھا اور اب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے امام بنانے کا اعلان بھی فرما رہا تھا۔ یہی اس آیت کی شانِ نزول ہے۔ اب

Marfat.com

اس سلسلے میں مسلمانوں سے حضورؐ کے مکالمے کی تفصیل:

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ جب یہ آیۂ مبارک نازل ہوئی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں موجود ایک صحابی نے پوچھا "کیا امام مبین سے مراد وہ الہامی کتاب توریت ہے جو حضرت موسیٰ کو عطا کی گئی تھی؟" جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا "نہیں۔"

ایک دوسرے صحابی نے پوچھا کہ "امام مبین سے مراد حضرت عیسیٰ کو دی جانے والی کتاب انجیل ہے؟" پھر نفی میں جواب ملا۔

پھر کسی نے پوچھا "کیا اس سے مراد قرآنِ مجید ہے؟"

حضورؐ نے پھر جواب دیا: "نہیں۔"

اسی اثناء میں لوگوں کو حضرت علیؑ ابن ابی طالب، رسول اللہؐ کی طرف تشریف لاتے ہوئے نظر آئے۔ جس وقت حضور اکرمؐ کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا "امام مبین یہ شخص ہے۔ یہی ہے وہ امام کہ جس میں خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کا احصاء کر دیا ہے۔" یعنی جس کو ہر چیز کا علم دے دیا گیا ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ابن عباس کے حوالے سے خود امیر المومنینؑ کی زبان سے بھی یہ نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم میں وہ امام مبین ہوں کہ جو حق کو باطل سے جدا کرتا ہے۔ یہ علم میں نے رسول اللہؐ سے ورثہ میں حاصل کیا ہے اور اُنہی سے سیکھا ہے۔"

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد ہے "لوگو علم کی کوئی شاخ ایسی نہیں جو اللہ نے مجھے نہ عطا کی ہو اور میں نے اسے علیؑ تک نہ پہنچایا ہو۔" ...... پھر فرمایا "میںؐ علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔"

Marfat.com

تفاسیر میں متذکرہ بالا آیت کے نزول کے سلسلے میں یہ بھی تحریر کیا گیا ہے کہ حضورؐ نے اس موقع پر نہ صرف حضرت علیؑ کا امام مبین کی حیثیت سے تعارف کرایا، بلکہ باقی گیارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا بھی تین بار اعلان فرمایا تا کہ کار رسالت میں (نعوذ باللہ) کوئی کمی نہ رہ جائے، آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ اور فاطمہؑ کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے گیارہ امام بنائے ہیں۔ آپ نے پہلی بار سب کے اسمائے گرامی بتائے، دوسری بار یہ اسمائے گرامی کنیت کے ساتھ بتائے اور تیسری بار ہر امام کے اسم مبارک کا مع ولدیت کے اعلان فرمایا اور پھر ان کے فضائل و مناقب کے اعتبار سے فرمایا کہ ان میں سے پہلا بھی محمدؐ (ایسا) ہوگا، درمیان والا بھی محمدؐ (ایسا) ہوگا اور آخری بھی محمدؐ (ایسا) ہوگا، غرض سب کے سب محمدؐ (ایسے) ہوں گے۔

○○○○

Marfat.com

طاہر و مطہّر پنجتن پاک علیہم السّلام

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام کی تینتیسویں سورۃ الاحزاب کی تینتیسویں آیت کے دوسرے حصے میں ارشاد فرما رہا ہے:

انما یرید اللّٰہ .... یطھر کم تطھیرا O

اس آیۂ مبارکہ کا اردو ترجمہ ہے:

''اے (رسولؐ کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) رجس سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے، ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔''

یہ مبارک آیت بظاہر نہ تو اُن آیات کے زمرے میں آتی ہے جن میں خالقِ کائنات نے اپنے رسولؐ سے اشاروں، کنایوں میں بات کی ہے یا جن میں ایسی ہدایات شامل ہیں جن پر عمل کرنے کے لیے پیغمبرِؐ اسلام کی رہنمائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے بلکہ ایسی آیت ہے جس کے ذریعے اس کی مصطفیٰ، مرتضیٰ اور مجتبیٰ ہستیوں کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ ایسی فضیلت جو ان ہستیوں کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے لیکن اس آیۂ مبارک میں یہ واضح نہیں ہے کہ ''اہل بیت'' سے کون کون ہستیاں مراد ہیں اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ الفاظ ''اشارۂ پنہاں'' کے طور پر

Marfat.com

استعمال کیے گئے ہیں، روزمرہ کے مطابق ''گھر والی'' کہتے ہی اس خاتون کو ہیں جو گھر کی مالکہ یعنی گھر کے مالک کی زوجہ ہوتی ہے۔ اس لیے ''اہل بیت'' میں ازواج رسولؐ یا امہات المومنین بھی شامل ہیں یا نہیں' کم از کم وہ جو اس آیت کے نزول کے دور میں زندہ تھیں اور رسالت مآبؐ کے عقد میں تھیں۔

اس آیت کے مندرجہ بالا حصے کے نزول کا پس منظر اور منظر تقریباً سبھی قابل ذکر مفسرین نے اپنی تصانیف میں ایک سا ہی بیان کیا ہے۔ تاہم یہاں حضورؐ کے مشہور صحابی حضرت جابرؓ ابن عبداللہ انصاری کی روایت کے مطابق اس آیت کی شان نزول بیان کی جارہی ہے۔ اس متفق علیہ روایت کے بعد یہ بھی جائزہ لیا جائے گا کہ اہلِ بیت میں تمام امہاتؓ المومنین یا ان میں سے کوئی شامل ہیں یا نہیں۔

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

''ایک روز میرے والدِ بزرگوار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے غریب خانے پر تشریف لائے اور فرمایا:

''اے فاطمہؑ میں اپنے جسم میں ضعف محسوس کر رہا ہوں۔''

جناب فاطمہؑ نے کہا:

''اے بابا جان، میں اس ضعف سے آپ کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔''

پھر حضورؐ نے فرمایا:

''اے فاطمہ یمانی کمبل لاؤ اور مجھے اوڑھا دو۔''

جناب فاطمہؑ نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کی۔

آپ اپنے والد گرامی کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں کہ یکا یک ان کا چہرہ نور کی طرح روشن ہو کر چمکنے لگا۔ بالکل اس طرح جس طرح چودھویں رات کا چاند چمکتا

Marfat.com

ہے۔ جناب فاطمہؑ نے فرمایا:

''ایک ساعت گزری ہوگی کہ میرے بڑے فرزند حسنؑ آئے اور سلام کرنے کے بعد کہنے لگے ''اے اماں مجھے اپنا نانا کی خوشبو مہکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔'' میں نے جواب دیا ''ہاں تمہارے نانا اس کمبل کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔''

یہ سن کر وہ کمبل کے قریب گئے۔ اپنے نانا کی خدمت میں سلام پیش کیا اور پوچھا ''نانا اگر اجازت ہو تو میں بھی کمبل میں آ جاؤں؟'' حضورؐ نے اجازت مرحمت فرما دی تو وہ بھی کمبل میں داخل ہو گئے۔

''تھوڑی دیر بعد میرے نورِ عین حسینؑ آئے، وہ بھی حسنؑ کی طرح سلام کر کے اور اجازت لے کر کمبل میں داخل ہو گئے۔

''اتنے میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام بھی تشریف لے آئے اور وہ بھی سلام پیش کرنے کے بعد اجازت لے کر کمبل میں داخل ہو گئے۔

''پھر میں بھی پدرِ گرامی سے اجازت لے کر کمبل میں داخل ہو گئی۔

''جب ہم پانچوں ایک جگہ جمع ہو گئے تو خداوند عالم نے ملائکہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ''اے میرے فرشتو! یہ جان لو کہ میرا آسمان کو بلند کرنا، فرشِ زمین کو بچھانا، چمکتے ہوئے چاند اور روشن سورج کو پیدا کرنا، موجیں مارتے ہوئے سمندر اور اس میں جا بجا پھرتے ہوئے جہازوں کو بنانا، یہ سب کچھ انہی پانچ ہستیوں کی محبت میں ہے جو اس کمبل کے نیچے آرام کر رہے ہیں۔''

''حضرت جبرائیلِ امین نے عرض کی ''پروردگار یہ کون ہستیاں ہیں۔'' تو جواب ملا کہ ''یہ وہ ہیں جو نبوت کے اہلِ بیت اور معدنِ رسالت ہیں۔ یہ (جناب) فاطمہ الزہرہؑ ہیں، ان کے پدرؐ بزرگوار ہیں، ان کے شوہرؑ نامدار اور ان کے بیٹےؑ ہیں (یعنی سیدۃ النساء فاطمہ الزہرہ، جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جناب علی

Marfat.com

مرتضیٰ علیہ السلام، جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور جناب امام حسین علیہ السلام)۔

''یہ سن کر حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر زمین پر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر کمبل میں داخل ہوئے اور وہی کچھ دہرا دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پانچ ہستیوں کی محبت کی دلیل کے طور پر ملائکہ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اس کے بعد سب سے مخاطب ہو کر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ سب کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

انما یرید اللہ............ یطھر کم تطھیراO''

اسی آیۂ مبارک کو آیۂ تطہیر بھی کہا جاتا ہے۔

اس کا اردو ترجمہ ہے:

''اے (رسولؐ کے) اہل بیتؑ خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح) کے رجس سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے، ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے طاہر و مطہر قرار دیا کہ یہ ہستیاں اہلِ بیتِ نبوت اور معدنِ رسالت کے طور پر اس وقت بھی عرشِ معلیٰ یا عالمِ بالا یا اس مقام کو جو بھی نام دیجیے وہاں موجود تھیں جب حضرت آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اب جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ امہاتؓ المومنین بھی اہل بیت میں شامل ہیں یا نہیں، مفسرین نے اس واقعہ کے سلسلے میں صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ جب ایک ایک کر کے پانچوں ہستیاں کمبل کے نیچے جمع ہو گئیں تو رسالت مآبؐ کی زوجہ جناب ام سلمیٰ سلام اللہ علیہا جو رشتے میں آپ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں، وہ بھی جناب فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے گھر پر موجود تھیں، چنانچہ جب جناب فاطمۃؑ

Marfat.com

الزہرہ بھی کمبل کے نیچے تشریف لے گئیں اور کمبل کے نیچے نور سا جگمگانے لگا تو جناب اُم سلمٰی بھی کمبل کے قریب تشریف لے گئیں اور رسالت مآبؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ''کیا خدا کے رسولؐ مجھے بھی اجازت ہے، میں بھی کمبل میں داخل ہو جاؤں۔'' تو جناب رسالت مآبؐ نے انہیں روکتے ہوئے فرمایا ''تم جہاں ہو، صحیح مقام پر ہو، تمہیں کمبل کے نیچے آنے کی ضرورت نہیں۔''

اس واقعے سے مفسرین اسی نتیجے پر پہنچے کہ اگر امّہات المومنین اہل بیت میں شامل ہوتیں تو جناب ام سلمٰی سلام اللہ علیہا جو موقع پر موجود تھیں حضور انہیں اہلِ بیت میں شامل کرنے کے لیے کمبل کے اندر آنے کی اجازت دے دیتے اور منع نہ فرماتے۔

○○○○

Marfat.com

تاجدارِ ھَل اَتٰی

اب قارئین کی خدمت میں ''اشارۂ پنہاں'' کی مثال کے طور پر ایک مکمل سورۃ کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ اس کی تمام آیات شروع سے آخر تک باہم مربوط اور مسلسل ہیں۔ اس سورہ کی چھٹی، ساتویں اور آٹھویں آیات کی شانِ نزول کے طور پر مفسرین نے ایک واقعہ رقم نہ کیا ہوتا تو پھر اس بزم میں رسولؐ خدا اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے مکالمے کی تفصیلات تلاش کرنا پڑتیں تاکہ واضح ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ بغیر کسی کا نام لیے کن ہستیوں کی تعریف و توصیف اور مدح سرائی کے لیے نازل فرمائی۔

جیسا کہ اکثر قارئین کتابِ ہدیٰ جانتے ہیں ''ہل اتیٰ'' کے الفاظ سے 76ویں سورۃ ''الدہر'' کی ابتدا ہوتی ہے اور چونکہ یہ سورۃ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، ان کی زوجۂ محترمہ سیدۃ النساء العالمین اور ان کے دونوں فرزندوں امام حسنؑ مجتبیٰ اور امام حسینؑ کی تعریف و توصیف اور مدح سرائی کے لیے نازل ہوئی، اِسی لیے حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہورِ زمانہ مثنوی ''سرِ حادثۂ کربلا'' میں حضرت علیؑ کے لیے تاجدارِ ہل اتیٰ کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان کی زوجہ جناب فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

Marfat.com

بانوئے آں تاجدارِ ھَل اتٰی مرتضیٰؑ مشکل کشا شیرِ خدا

اسی اعتبار سے اس مضمون کے عنوان کا بھی انتخاب کیا گیا ہے۔

بہر حال جیسا کہ عرض کیا گیا ہے تو یہ ساری سورۃ اہلِ بیت رسولؐ کی مدح سرائی کے لیے نازل ہوئی لیکن اس امر کی تصدیق و توثیق کے لیے اس سورۃ دہر کی، ساتویں، آٹھویں اور نویں آیات اور ان کا ترجمہ ترتیب وار نقل کیا جا رہا ہے۔

یوفون بالنذر...... شرہ مستطیراO

ترجمہ:

''یہ وہ لوگ ہیں جو نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی، ڈرتے ہیں۔''

ویطعمون الطعام علیٰ........... ویتیما و اسیراO

ترجمہ:

''اور اُس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

انما نطعمکم .... ولا شکوراO

ترجمہ:

''(اور کہتے ہیں) ہم تم کو بس خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم نہ تم سے بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔''

یہ آیات ایک اہم واقعے کی نشاندہی کرتی ہیں لیکن اس واقعے کی تفصیل میں

Marfat.com

جانے سے پہلے کہ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے لیکن پہلے ذرا منظر نامہ۔

مدینۂ منورہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقل طور پر جس مکان میں سکونت پذیر تھے، وہ مسجد نبوی کے ایک کنارے پر واقع تھا اور اس کا ایک دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔

اس سے ملحق مکان میں آپ کی لختِ جگر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے شوہرِ نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اپنے بچوں سمیت سکونت پذیر تھیں۔ رب العزت کی اجازت سے اس مکان کا ایک دروازہ بھی مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔

گویا دونوں مکانوں کے درمیان میں صرف ایک دیوار تھی، جناب فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا جب اپنے پدر گرامی کی زیارت کرنا چاہتی تھیں تو وہ اپنے گھر کے دروازے سے نکل کر ساتھ والے دروازے میں داخل ہو جاتی تھیں، اسی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اہلِ بیتؑ سے ملنا چاہتے تھے تو اپنے گھر کے دروازے سے نکل کر ساتھ والے دروازے میں داخل ہو جاتے۔ اب شانِ نزول سے متعلق واقعہ۔

ایک روز جب حضورؐ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لائے تو آپؐ نے اپنی بیٹی اور داماد کے چہروں پر فکر کے واضح آثار دیکھے۔ ذرا آگے بڑھے تو پتہ چلا کہ دونوں شہزادے حسنین علیہم السلام علیل ہیں۔ انہیں بیمار دیکھ کر آپ بھی پریشان اور مضطرب ہو گئے۔ چند لمحوں کے بعد آپؐ نے اپنی بیٹیؑ اور دامادؑ کو یہ مشورہ دیا کہ ”آپ دونوں یہ نذر مان لیں کہ بچے تندرست ہو جائیں تو ہم تین دن لگاتار روزے رکھیں گے۔“

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور ان کے شوہرِ نامدار حضرت علی علیہ السلام نے یہ

Marfat.com

نذر مان لی۔ ہوا یوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے جناب حسنین علیہم السلام جلد ہی صحت یاب ہو گئے۔ چنانچہ ایفائے عہد کے لیے اب تین روز لگاتار روزے رکھے گئے، یہ روزے نہ صرف جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام نے رکھے بلکہ جناب حسنین علیہم السلام اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی کنیز جناب فضہ رضوان اللہ علیہا نے بھی رکھے۔

پہلے دن جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا اور سب دسترخوان پر تشریف لے آئے تو ان کے سامنے افطاری کا سامان لا کر رکھا گیا جس میں صرف پانچ روٹیاں تھیں، اتنے میں دروازے پر ایک سائل نے آ کر صدا دی۔ ''اے اہلبیتِؑ رسولؐ میں مفلس ہوں اور بھوکا ہوں، مجھے کچھ کھانے کے لیے دو۔'' بھوکے سائل کی آواز سن کر سب نے اپنے اپنے حصے کی روٹی اٹھائی اور سائل کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔

دوسرے روز پھر افطاری کے وقت سب دسترخوان پر بیٹھے اور ان کے سامنے افطاری کے لیے پانچ روٹیاں لا کر رکھی گئیں تو ایک سائل نے دروازے پر آ کر صدا دی ''اے اہلِ بیتِؑ رسولؐ، میں یتیم ہوں، مفلوک الحال ہوں اور بھوکا ہوں، مجھے کچھ کھانے کے لیے عطا ہو۔''

یہ صدا سن کر سب نے پھر اپنے سامنے رکھی ہوئی روٹی سائل کو دے دی اور خود پھر پانی سے روزہ افطار کر کے سو گئے۔

تیسرے روز اتفاق سے ایسا ہوا کہ افطاری کا ہنگام آیا تو ایک سائل نے درِدولت پر آ کر صدا دے دی۔ ''اے رسول اللہ کے اہلبیتؑ میں وہ غلام ہوں جسے ابھی ابھی رہا کیا گیا ہے، میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلا دو۔''

یہ سن کر جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، حضرت علی علیہ السلام، ان کے

Marfat.com

فرزندوں جناب حسنین علیہم السلام نے پھر اپنے اپنے حصے کی روٹی اٹھائی اور سائل کو دے دی۔ ان کی تقلید میں حسبِ معمول جناب فضہؓ نے بھی اپنی روٹی سائل کے حوالے کر دی اور سب نے خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ الزہرہؑ نے مصلےٰ بچھالیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانے کے نوافل ادا کرنے میں مصروف ہو گئیں کہ اس کے فضل وکرم سے بچوں کو صحت عطا ہوئی تھی اور اس کی بارگاہ میں ان کی نذر قبول ہوئی تھی۔

جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا فارغ ہوئیں تو جناب رسالت مآبؐ تشریف لائے اور اپنی لختِ جگر اور داماد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''ابھی ابھی جبرائیلؑ آپ سب کی تعریف وتوصیف میں اللہ کی طرف سے سورۃ دہر لے کر نازل ہوئے تھے۔'' آپؐ نے اپنے اہلبیت علیہم السلام کو پوری سورۃ سنائی۔ یہ وہی سورۃ ہے جس کا آغاز ہل اتیٰ کے الفاظ سے ہوا، یہ اہلبیت علیہم السلام کی تعریف وتوصیف اور فضائل بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی اور اس میں اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو انہیں عطا کی جائیں گی۔ اور چاروں ہستیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ:

''یہ وہ لوگ ہیں، جو نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی۔

اور (یہ) اللہ کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو بس خالص خدا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم نہ تم سے بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے۔''

OOOO

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسولؐ کا مددگار

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے اور وہ قادرِ مطلق ہے، وہ چاہے تو اپنی ایک مصطفیٰؐ ہستی کو یہ قدرت ودیعت کر دے کہ وہ انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دے، اور پھر جب چاہے ان کو پھر آپس میں جوڑ دے...... وہ چاہے تو اپنی کسی مرتضیٰؑ ہستی کو یہ قدرت ودیعت کر دے کہ وہ مغرب کی طرف جانے والے سورج کو واپس پلٹا دے۔

لوہا کہ معدنیات میں سے ہے، ہمیشہ زمین کے نیچے سے برآمد ہوتا ہے، مگر وہ مختارِ کُل چاہے تو اسے تلوار کی صورت میں ڈھال کر، خوب آبدار کر کے، اپنے مقرب فرشتے کے ذریعے میدانِ جنگ میں، اپنے رسولؐ، اپنے محبوب کے مددگار کے لیے نازل فرما دے۔

اور پھر اس کی تصدیق کے لیے ایک آیت بھی نازل فرما دے کہ قرآن مجید میں شامل ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے سند کے طور پر محفوظ ہو جائے۔ قرآن مجید کی 57 ویں سورۃ ''الحدید'' کی 25 ویں آیت میں ارشاد ہو رہا ہے:

لقد ارسلنا رسلنا...... قوی عزیز o

اردو ترجمہ ہے:

''ہم نے یقیناً اپنے پیغمبروں کو واضح اور روشن معجزے

Marfat.com

دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور (انصاف کے
لیے) ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم
ہی نے لوہا نازل کیا جس میں جنگ کے لیے بے پناہ طاقت ہے
اور لوگوں کے بہت سے نفع (کی باتیں) ہیں تا کہ خدا دکھا دے
کہ مخفی طور پر خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔
بے شک خدا ہی طاقتور ترین اور قوی تر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی یہ شان کبریائی ہے کہ جب کسی کی مدح کرنا چاہتا ہے تو اس کی تعریف وتوصیف کا اور فضائل ومناقب بیان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، چاہے یہ موقع اس کی مخلوق کی نظر میں کم اہم یا غیر اہم ہی کیوں نہ ہو...... مگر وہ سمیع وبصیر اور علیم وخبیر موقع ملتے ہی متعلقہ واقعے کے بارے میں بھی اپنے ردِعمل کا اظہار کر دیتا ہے اور متعلقہ ہستی کا رتبہ بھی واضح کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی نرالی شان ہے کہ وہ جس کی مدح کرنا چاہتا ہے، اس کا نام بھی نہیں لیتا، بس اس کی شناخت یا نشاندہی کے لیے متعلقہ آیت کے درمیان میں ایک پنہاں سا اشارہ کر دیتا ہے، مگر اس کے مخفی یا پوشیدہ ہونے کے باوجود بات سب کی سمجھ میں آ جاتی ہے، یا پھر رسالت مآب متعلقہ آیت امت تک پہنچاتے وقت خود اس پر سے پردہ اٹھا دیتے ہیں کہ ان کا یہ فریضہ کارِ رسالت میں شامل ہے، بعض اوقات اشارۂ پنہاں اس واقعے سے متعلق ہوتا ہے امت کے بعض افراد خود جس کے شاہد ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر تحریر میں جس آیۂ مبارک کو اشارۂ پنہاں کی مثال کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، وہ اس وقت نازل ہوئی جب شکست خوردہ مختصر ترین لشکرِ اسلام جنگِ احد کے ختم ہونے کے بعد واپس مدینہ پہنچ چکا تھا، اس لیے پہلے ذرا اس موقع کی نشاندہی کر

Marfat.com

دی جائے جس کے بارے میں متذکرہ آیت نازل ہوئی۔

جنگِ بدر کے دوران میں قریشِ مکہ کی فوج میں شامل بہت سے سرکردہ اور معروف افراد مارے جاچکے تھے، جن میں ابوسفیان اوراس کی زوجہ ھندہ کے بہت ہی قریبی عزیز بھی شامل تھے، جس کا ان دونوں کو بہت رنج اور قلق تھا۔ چنانچہ سن تین ہجری میں مسلمانوں سے نہ صرف اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے بلکہ اسلام کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی نیت سے، ابوسفیان نے تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی شروع کی، یہ لشکر ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا اور اس میں تیر اندازوں کے دستے بھی شامل تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔

جب رسالت مآبؐ کو اس صورت حالات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مدینہ کے سارے مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں پُرخطر صورتِ حال کی نزاکت سے آگاہ فرمایا، جیسا کہ آپؐ نے جنگِ بدر کے موقع پر بھی پہلے دفاعی اقدام کے طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ کفار کی فوج کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیا جائے تاکہ عورتیں اور بچے فوری طور پر محفوظ ہوجائیں۔ اس بار بھی مسلمانوں کو آپؐ نے یہی مشورہ دیا لیکن اس پر اپنے ردِّعمل کے اظہار سے مسلمانوں کے بعض گروہوں نے اختلاف کیا، بعض منافقین نے اس خیال سے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو جنگ کی ہولناکیوں سے ڈرانے کی کوشش کی کہ اگر آپ خوفزدہ ہوگئے تو جنگ سے بچا جاسکے گا مگر انہوں نے اور دیگر مومنین نے ہر حال میں رسولؐ خدا کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا واشگاف الفاظ میں اظہار کیا۔ بہر حال مسلمانوں کی اکثریت کسی نہ کسی طرح جنگ کو ٹال دینے اور اس سے بچنے کے لیے بچگانہ مشورہ دے رہی تھی، مسلمانوں کو غیر متحد پاکر رسالت مآبؐ پریشان ہوکر گھر کے اندر تشریف لے گئے، مسلمان جان گئے کہ وہ جب باہر تشریف لائیں گے تو آکر اپنے فیصلے کا اعلان فرمائیں گے لیکن جب

Marfat.com

رسالت مآبؐ تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے تو انہوں نے زرہ بکتر زیبِ تن کر رکھی تھی۔

رسولِ خداؐ جب چھ شوال سن تین ہجری کو مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے تو ان کے ساتھ تقریباً ایک ہزار مسلمان تھے لیکن چند میل کے سفر کے بعد عبداللہ بن اُبیّ نے اعلان کر دیا کہ ''چونکہ جنگ کے بارے میں میرا مشورہ تسلیم نہیں کیا گیا، اس لیے جنگ جیتنے کے امکانات معدوم ہو گئے ہیں، چنانچہ میں اپنے تین سو ساتھی لے کر واپس جا رہا ہوں۔''

اس کی طرف سے منافقت کے اظہار کا یہ پہلا موقع نہیں تھا، تاہم لشکرِ اسلام کے لیے یہ پہلا دھچکا تھا کہ اب اس کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی جسے تین ہزار کے لشکرِ کفار سے جنگ کرنا تھی۔

احد کے مقام پر پہنچ کر رسولؐ خدا نے اپنے لشکر کو اس طرح میدانِ جنگ میں اتارا کہ اُحد کا پہاڑ اس کی پشت پر رہے تاکہ لشکر کا پچھلا حصہ دشمنوں کے حملے کے خطرے سے محفوظ ہو جائے۔ تاہم لشکر کے دائیں جانب چالیس فٹ اونچی اور تقریباً پانچ سو فٹ طویل عنین کی گھاٹی تھی، جدھر سے کفار کے گھوڑوں پر سوار تیر اندازوں کے حملے کا خطرہ پھر بھی موجود تھا۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلامؐ نے اس گھاٹی پر عبداللہ بن جبیرؓ مجاہدِ اسلام کی کمان میں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا اور یہ حکم دیا کہ ''یہ گھاٹی کسی صورت میں بھی خالی نہ چھوڑی جائے، اگر آپ ہمیں پسپا ہوتے بھی دیکھیں تو بھی ہماری مدد کے لیے یہ گھاٹی خالی چھوڑ کر نہ آئیں اور اگر ہمیں کامیابی سے ہمکنار ہوتا دیکھیں تو بھی ہم میں آ کر شامل نہ ہوں، کسی صورت میں اس گھاٹی کو خالی نہ چھوڑیں تاکہ ہم پر پیچھے کی طرف سے دشمن کے تیر انداز حملہ آور نہ ہو سکیں اور پشت کی طرف سے لشکرِ اسلام محفوظ رہے۔ اپنے تیروں سے دشمن کے تیر اندازوں کو جو

Marfat.com

گھوڑوں پر سوار ہیں، بہت دور رہنے پر مجبور کر دیں۔"

ابوسفیان نے قلب لشکر میں پیدل فوج کو متعین کیا اور دونوں اطراف میں عکرمہ بن ابوجہل اور خالد بن ولید کی سرکردگی میں گھوڑوں پر سوار تیر اندازوں کے دستے متعین کیے، پھر ایک سو تیر انداز فوج کے درمیان میں پہلی صف میں لا کھڑے کیے تا کہ جنگ کا آغاز تیروں کے حملے سے کیا جا سکے۔ چنانچہ سات شوال سن تین ہجری کو کفار اور مسلمانوں کے درمیان جنگِ احد لڑی گئی۔

طلحہ بن عثمان کفار کا پرچم بردار تھا، وہ لشکرِ اسلام کے سامنے آیا اور للکار کر کہنے لگا "میں طلحہ بن عثمان ہوں، کیا میرے مقابلے کے لیے کوئی نکلنے کی جرأت کرے گا؟"

یہ سن کر حضرت علیؑ نے جو مسلمانوں کے لشکر کے درمیان میں کھڑے تھے، رسالتؐ مآب کی طرف اجازت لینے کی غرض سے دیکھا، انہوںؐ نے سرِ مبارک کی جنبش سے اجازت مرحمت فرما دی۔ چنانچہ حضرت علیؑ اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

"میں علی ابن ابی طالب ہوں اور تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

طلحہ نے جواب میں صرف طنزیہ مسکراہٹ کافی سمجھی۔

چنانچہ حضرت علیؑ نے پھر فرمایا "جا واپس چلا جا اور موت سے بچ جا۔" اس کا جواب اس نے پھر طنزیہ مسکراہٹ سے دیا۔ دونوں طرف کے لشکروں میں شامل سب افراد کی نظریں ان دونوں پر لگی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا "چل پھر تو پہلے حملہ کر۔"

طلحہ نے پوری قوت سے تلوار کا وار کیا جسے حضرت علیؑ نے نہایت آسانی سے روک کر اس سرعت سے اس پر وار کیا کہ طلحہ کی دونوں ٹانگیں جسم سے کٹ کر دور

Marfat.com

جا گریں۔ طلحہ جب زمین پر آ رہا تو اس دوران میں اس کی پشت ننگی ہو گئی، حضرت علیؑ نے جلدی سے اپنا منہ پھیر لیا، تاہم طلحہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے نو علم بردار مقابلے کے لیے آئے، حضرت علیؑ نے سب کو باری باری جہنم واصل کر دیا۔

اسی دوران میں ابو سفیان بھی جنگ میں کود پڑا، مجاہدِ اسلام حنظلہؓ نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ چنانچہ ابو سفیان مدد کے لیے کفار کو پکارتا ہوا منہ کے بل زمین پر آ رہا، بہت سے کافر اس کی مدد کو آن پہنچے جنہوں نے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا، مگر اس کے بعد ابو سفیان پیچھے رہ کر ہی اپنے لشکر کو ہدایات دیتا رہا اور پھر آگے آنے کی جرأت نہ کی۔

اب دونوں لشکروں کے درمیان کھلم کھلا جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ اور دیگر مجاہدین اس بے جگری سے لڑے کہ لشکرِ کفار کے پاؤں اکھڑ گئے، ان کا پرچم زمین پر پڑا تھا، کفار جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے تو ابو سفیان نے بھی اپنے گھوڑے کا رخ مکہ کی طرف پھیر دیا۔

کفار کو بھاگتے دیکھ کر بعض لالچی مسلمانوں نے ان کے خیموں پر دھاوا بول دیا اور مالِ غنیمت جان کر ان کا سامان لوٹنے لگے۔ یہ لالچی مسلمان یہ بھول گئے کہ ابھی پیغمبرِ اسلام کی طرف سے جنگ کے ختم ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ جو تیر انداز عنین کی گھاٹی پر متعین کیے گئے تھے، اُن میں سے اکثر اپنے کمانڈر کے منع کرنے کے باوجود گھاٹی کو چھوڑ مالِ غنیمت لوٹنے والوں میں شامل ہو گئے اور یوں وہ بھی پیغمبرِ اسلام کی اطاعت سے روگردانی کے مرتکب ہوئے۔

اتنے میں عکرمہ اور خالد بن ولید جو موقع کے انتظار میں تھے، اسی گھاٹی کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ انہیں کامیاب ہوتا دیکھ کر بھاگتے ہوئے کفار

Marfat.com

واپس پلٹ آئے اور انہوں نے سامنے سے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ گویا مسلمان پیچھے اور آگے اب دونوں طرف سے دشمن کے گھیرے میں آ گئے اور وہ گھمسان کا رن پڑا کہ مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف مسلمان اور کمزور ایمان رکھنے والے اللہ کی اطاعت سے بھی روگردانی کرتے ہوئے میدان سے فرار ہونے لگے۔ بعض پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر جنگ کا نظارہ کرنے لگے۔ پیغمبرِ اسلام اور بعض مجاہدینِ اسلام انہیں پکارتے رہے مگر وہ پلٹ کر نہ آئے۔

اسی گھمسان کی جنگ کے دوران میں ایک کافر نے پتھر مارا جو پیغمبرؐ اسلام کے چہرۂ مبارک پر لگا اور ان کے دو دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ ایک حملے کے دوران میں ان کے خود کی زنجیر پر دشمن کی تلوار لگی اور اس سے چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ایک دشمن نے پھر آپؐ کو زور سے پتھر مارا جس سے آپ پیچھے واقع ایک گڑھے میں جا گرے۔ اس پر دشمن نے صدا بلند کر دی کہ ''میں نے مسلمانوں کے رسولؐ کو مار ڈالا ہے۔''

یہ سن کر میدان میں رہے سہے مسلمان بھی میدانِ جنگ سے فرار ہونے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ جس کی خاطر جنگ لڑ رہے تھے، اگر وہ ہستی ہی موجود نہیں (خدانخواستہ) رہی تو اب جنگ لڑنے کا فائدہ، مگر حضرت علیؑ اور دیگر مجاہدینِ اسلام نے سوچا کہ اگر رسولِ خداؐ ہی زندہ نہیں رہے تو ہمارے زندہ بچ جانے کا فائدہ۔ چنانچہ حضرت علیؑ اس مقام کی طرف دوڑے جہاں انہوں نے لڑتے لڑتے رسولِ خداؐ کو کھڑے دیکھا تھا، وہاں پہنچے تو انہیں گڑھے میں گرے ہوئے پایا۔ آپؑ نے انہیں جلدی سے اٹھا کر اپنے بازوؤں پر بلند کر کے بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو آواز دی کہ ''یہ دیکھو رسولِ خداؐ زندہ سلامت ہیں'' مگر نہ میدان سے فرار ہونے والا کوئی واپس آیا اور نہ ہی پہاڑ پر چڑھ جانے والا کوئی نیچے اترا۔

اسی گھمسان کی جنگ کے دوران میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپؑ نے

Marfat.com

رسالت مآبؐ سے تلوار طلب کی جو ایسے موقع پر مجاہدینِ اسلام کو تلوار دے دیتے تھے مگر آپؐ نے فرمایا ''تم شیرِ خدا ہو، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ خود تلوار نازل کرے گا۔'' چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علیؑ کے لیے ذوالفقار لے کر نازل ہوئے جس سے آپؑ نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ مل کر اس وقت تک رسالت مآبؐ کا دفاع کیا، جب تک ابوسفیان نے یہ اعلان نہ کر دیا کہ ''ہم نے بدر کی شکست کا بدلہ لے لیا، اب ہم واپس جا رہے ہیں۔'' کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ جب تک مٹھی بھر مسلمانوں کے ہمراہ ہی سہی، حضرت علیؑ موجود ہیں، رسولؐ خدا کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔

چنانچہ سب قریش اور ان کا لشکر اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ پلٹ گیا۔

جب چند روز کے بعد رسولِؐ خدا زندہ بچ جانے والے مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ پہنچ گئے تو پھر اس جنگ کے سلسلے میں آیات کا نزول شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہر غلط اقدام پر ان کی سرزنش کی اور رسولِؐ اللہ کی حفاظت کرنے والوں کے لیے ایسی آیات نازل فرمائیں جس میں ان کی تعریف و توصیف تھی، شیرِ خدا حضرت علیؑ کے لیے ذوالفقار کے نزول کے بارے میں 57 ویں سورۃ ''الحدید'' کی 25 ویں آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

لقد ارسلنا......قوی عزیز o

اردو ترجمہ ہے:

''ہم نے یقیناً اپنے پیغمبروں کو واضح اور روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور (انصاف کے لیے) ترازو نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم ہی نے لوہے کو نازل کیا جس میں جنگ کے لیے بے پناہ طاقت ہے اور لوگوں کے بہت سے نفع (کی باتیں) ہیں اور تا کہ خدا دکھا دے

Marfat.com

کہ مخفی رہ کر، خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔
بے شک خدا بہت زبردست غالب ہے۔"

یہی تھی وہ آیۂ مقدس جس میں یہ راز بھی پوشیدہ تھا کہ لوہا کس کے لیے نازل کیا گیا، کس صورت میں نازل کیا گیا، کس موقع پر نازل کیا گیا اور کون ہے وہ ہستی جو خود مخفی رہ کر خدا اور اس کے رسولوں کی مدد کرتی ہے اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس آیت کا یہ اہم حصہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل کیا گیا۔ اسی راز پر سے پردہ اٹھانے کے لیے جنگِ احد کی بعض تفصیلات بیان کی گئیں لیکن غزوات نبوی میں یہ غزوہ اس قدر اہم ہے کہ اس کے اسلام پر دوررس نتائج مرتب ہوئے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کون اہل ایمان ہیں اور کون منافق، کون اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور کون ایسے ہیں جو اطاعت نہیں کرتے اور محض ذاتی منفعت اور مفادات کے لیے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

جنگِ احد کی بہت سی تفصیلات ایسی ہیں جن کا مندرجہ بالا سطور میں ذکر نہیں آیا، مثلاً حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کی شہادت کا ذکر تک نہیں کیا جا سکا، بہر حال اس کے لیے الگ سے ایک اور مضمون کی ضرورت ہے جو انشاء اللہ قارئین کی خدمت میں یقیناً پیش کیا جائے گا۔

Marfat.com

ہدایت یافتہ

سمیع وبصیر رب العالمین کی یہ شانِ کریمی ہے کہ اسے جب اپنی کسی مقرب ہستی کا کوئی قول یا کوئی فعل پسند آتا ہے تو وہ فوراً اس کے حق میں تعریف وتوصیف کی سند جاری کر دیتا ہے اور اس مقرب ہستی کو جن اعزازات سے نواز چکا ہوتا ہے، ان کا اعادہ فرما دیتا ہے تا کہ خلقِ خدا مقرب ہستیوں کے مقام اور منزلت سے آگاہ ہو جائے اور اگر پہلے بھی آگاہ کی جا چکی ہے تو پھر یاد دہانی کرا دی جائے۔

اس مختصر تمہید کے بعد قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی دوسری سورۃ ''البقرۃ'' کی 156 ویں اور 157 ویں آیات اور ان کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

الذین اذآ...... الیہ رٰجعون٥

اردو ترجمہ:

''وہ جب ان پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کی جانب سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔''

اوٓلٰٓئک علیھم...... ھم المھتدون٥

اردو ترجمہ:

Marfat.com

''یہ ہیں وہ جن پر اللہ کی مہربانیاں اور رحمتیں نازل ہوتی
ہیں اور یہ (وہ ہیں جو) ہدایت یافتہ ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ ایسی مرتضٰی اور مجتبٰی ہستیوں کا تعارف کرانا چاہ رہا ہے جو اپنے اللہ کے لیے جینے اور اللہ ہی کے لیے مرنے کے عہد پر کاربند ہیں اور ابتلاء کے کسی دور میں، مصیبت کی کسی گھڑی میں ان کے لبوں سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں کہ ''ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔'' اور وہ حُیّ اور مُمیت اس اعلان کو اس قدر پسند فرماتا ہے کہ فوراً یہ اعلان کر دیتا ہے کہ ''یہی'' وہ ہیں جن پر میری مہربانیاں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ''یہی ہیں وہ'' جو ہدایت یافتہ ہیں۔

مگر وہ رحمٰن اور رحیم کن ہستیوں کے بارے میں یہ اعلان کر رہا ہے، اس سلسلے میں مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ کچھ واضح نہیں اور یہی وہ اشارۂ پنہاں ہے جس کی وجہ سے ان آیات کو موضوعِ سخن بنایا جا رہا ہے۔

پہلے اس کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس ہستی کی نشاندہی کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ کون منتخب ہستی تھی، مصیبت کی کسی گھڑی میں جس کے لبوں سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہو گئے تھے کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے اور جسے خدا مصیبت کی گھڑی کہہ رہا ہے، ذرا اس کی نشاندہی اور منظر کشی بھی ہو جائے۔

اس مقام پر وضاحت کر دی جائے کہ یہ آیات ان بہت سی آیات میں شامل ہیں جو خدا نے جنگِ احد کے سلسلے میں مدینہ منورہ میں ان مجاہدینِ اسلام کی ستائش، تعریف و توصیف کے سلسلے میں نازل فرمائیں، جو اس ہولناک جنگ میں رسولؐ خدا کے دفاع میں قدم جمائے رہے اور آخری وقت تک تیغ زنی میں مصروف

Marfat.com

رہے اور یا پھر ان نام کے مسلمانوں کی سرزنش کے سلسلے میں نازل ہوئیں جنہوں نے اس غزوہ کے دوران خدا اور رسولؐ دونوں کی اطاعت سے روگردانی کی اور رسولؐ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں، مالِ غنیمت کے لالچ میں اس مقام کو چھوڑ دیا جہاں پیغمبرِؐ اسلام نے انہیں تعینات کیا تھا، اور پھر جب اس روگردانی کی سزا کی ابتدا ہوئی تو خدا کی اطاعت سے بھی روگردانی کی اور اپنی جان بچانے کے لیے میدانِ جنگ سے فرار ہونے ہی میں مصلحت جانی۔ بعض مجاہدینِ اسلام حتیٰ کہ پیغمبرِؐ اسلام خود انہیں آوازیں دیتے رہے، حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے خود سرورؐ کائنات کو گڑھے سے نکال کر انہیں اپنے ہاتھوں کے اوپر اٹھا کر بھاگتے ہوئے نام کے مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے آوازیں دیں کہ ''رسولِؐ خدا زندہ سلامت ہیں، اے پہاڑ کے اوپر جانے والو، اے میدان سے فرار ہو جانے والو، میدانِ جنگ میں واپس آ کر اسلام کے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔'' مگر بھاگنے والوں میں سے کوئی پلٹ کر واپس نہیں آیا تھا۔

گزشتہ مضمون میں قارئین کو جنگِ احد کے بہت سے مناظر دکھانے کی کوشش کی گئی تھی تا کہ صحیح طور پر مصیبت کی اس گھڑی کا ادراک کر سکیں، لیکن اس جنگ کی بعض تفصیلات زیرِ نظر مضمون میں، متذکرہ بالا آیات کی وضاحت کے لیے بیان کی جائیں گی۔

17 رمضان سن دو ہجری کو بدر کے مقام پر لڑی جانے والی پہلی جنگ میں قریشِ مکہ کو لشکرِ اسلام کے ہاتھوں عبرتناک شکست ہوئی تھی اور اس جنگ میں ابوسفیان اور اس کی زوجہ ھندہ کے اقربیٰ سمیت بہت سے معروف افراد مارے گئے تھے، سب سے زیادہ کفار یعنی سینتیس افراد کو تنہا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اور اس کے بعد سب سے زیادہ کفار کو حضورؐ سرور کائنات کے چچا حضرت حمزہؓ نے جہنم واصل کیا تھا، یہی دو ہستیاں پورے لشکر کفار کا دل دہلا دینے کے لیے کافی تھیں۔

Marfat.com

ابوسفیان جب شوال سن تین ہجری میں لشکرِ قریش و دیگر کفار کو لے کر مکہ سے نکلا تو اس کی زوجہ ھندہ بھی انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی اس کے ہمراہ تھی کہ اس کے بھی قریبی عزیز جنگِ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے، ابوسفیان کے پاس تین ہزار کے لشکر کی کمان تھی جو پوری طرح سے کیل کانٹے سے لیس تھا اور ھندہ ایک طائفہ کی سربراہی کر رہی تھی جس میں رقاصائیں شامل تھیں اور ان کا فرض یہ تھا کہ وہ جنگی نغمے گا کر فوج کفار کی حوصلہ افزائی کریں۔ دوران سفر جب وہ اونٹ جس پر ھندہ سوار تھی، وہ نامور نیزہ باز جس کا نام وحشی تھا اور جو ایک کافر کا غلام تھا، اس کے پاس سے گزر رہا تھا تو ھندہ نے اپنے محمل کا پردہ ہٹا کر وحشی کو مخاطب کر کے کہا:

''وحشی! میں نے ہیرے جواہرات سے مزین زیور پہن رکھا ہے، دیکھ رہے ہو؟''

''جی آپ کو بہت اچھا لگ رہا ہے۔'' وحشی نے جواب دیا۔

ہندہ کہنے لگی ''وحشی اگر تم علیؑ یا حمزہؓ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نیزہ مار کر موت کے گھاٹ اتار دو تو میں تمہیں یہ سارے کا سارا زیور انعام کے طور پر دے دوں گی۔''

یہ سن کر وحشی کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وحشی کہ غلام تھا، اس کے مالک نے زوجۂ ابوسفیان کی اس پیشکش کے بارے میں سنا تو کہنے لگا:

''وحشی، اگر تم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔''

وحشی کو اور کیا چاہیے تھا، اندھے کو صرف دو آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

سات شوال سن تین ہجری کو لشکرِ کفار اور لشکرِ اسلام ایک دوسرے کے سامنے احد کی پہاڑی کے قریب صف آراستہ ہو گئے تو دونوں کے درمیان میں آ کر رقاصاؤں پر مشتمل طائفے نے رقص اور نغمے پیش کیے، اس کے بعد مسلمانوں نے قرآن کی ایک آیت پر مبنی نعرہ لگایا:

Marfat.com

''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کیا بہترین محافظ ہے۔''

اس کے جواب میں قریش اپنے جس بت کو گھوڑے پر ساتھ لائے تھے، اسے سامنے لے آئے اور نعرہ لگایا ''یہ ھبل ہمارا مددگار ہے۔''

جونہی عورتیں اپنا فریضہ انجام دے کر فوج کے خیموں کی طرف بھاگیں، ابو سفیان کے تیراندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ جواب میں لشکرِ اسلام کی طرف سے بھی کافروں پر تیر پھینکنے گئے۔

ان تیروں کے سائے میں خالد بن ولید کی کمان میں تیراندازوں کے دستے نے بائیں طرف مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کی کوشش کی مگر عنین پر رسالت مآبؐ کی طرف سے تعینات تیراندازوں نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

اس موقع پر طلحہ بن عثمان قریش کے لشکر میں سے نکل کر کافروں کا پرچم لیے سامنے آیا اور مبارز طلب ہوا۔ حضرت علیؑ نے رسالت مآبؐ سے اجازت لی اور پھر مقابلے کے لیے اس کے سامنے آ کر اسے جان بچانے کے وہ تین مواقع عطا کیے جن کی تفصیل آپ گزشتہ مضمون میں پڑھ چکے ہیں۔ جب طلحہ نے حضرت علیؑ کے عطا کیے ہوئے تینوں مواقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو حضرت علیؑ نے کہا، ''چل پھر مجھ پر وار کر۔'' طلحہ نے پوری قوت سے وار کیا مگر حضرت علیؑ نے اسے روکنے کے فوراً بعد اس سرعت سے اس پر وار کیا کہ طلحہ کی دونوں ٹانگیں کٹ کے زمین پر دور جا گریں، وہ زمین پر منہ کے بل آ گرا اور اس عمل کے دوران میں اس کی پشت برہنہ ہو گئی، حضرت علیؑ نے اس پر دوسرا وار کرنے کے لیے تلوار اٹھائی مگر اسے برہنہ دیکھ کر آپ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا، قریب کھڑے کسی دوسرے مجاہد نے اسے قتل کر دیا۔ اس عرصے میں ایک اور قریش نے آگے بڑھ کر پرچم اٹھا لیا۔ اس وقت تک حضرت حمزہؓ کی تلوار کی پیاس بے قابو ہو چکی تھی۔ چنانچہ اب کہ کھلی جنگ شروع ہو چکی تھی، جناب حمزہؓ نے فوراً آگے

Marfat.com

بڑھ کر قریش کے اس پرچم بردار کو جہنم واصل کر دیا۔ یہ منظر دور کھڑے وحشی اور اس کا ایک ساتھی دیکھ رہے تھے، اس شخص نے حضرت حمزہؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا "وحشی خوب پہچان لو، یہی حمزہؓ ہیں۔" اس کے بعد پوری جنگ کے دوران میں حبشی غلام وحشی کشت وخون سے کوسوں دور رہا، مگر اس نے حضرت حمزہؓ پر نظریں جمائے رکھیں اور ان پر نیزہ پھینکنے کے لیے محفوظ موقع کی تلاش میں رہا۔

جب مالِ غنیمت کے لالچ میں بعض مسلمانوں نے رسولِ خداؐ کے حکم کی پرواہ کیے بغیر عنین کی گھاٹی کو چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کے لیے قریش کے خیموں پر ہلہ بول دیا اور اس گھاٹی کو تقریباً خالی پا کر خالد بن ولید اور عکرمہ کے تیر انداز دستوں نے اس گھاٹی کی طرف سے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور میدان چھوڑ کر بھاگتے ہوئے قریش اپنا پرچم پھر فضا میں لہراتا دیکھ کر واپس پلٹ آئے تو مسلمانوں کا قلیل لشکر تین اطراف سے قریش کے حملوں کی زد میں آ گیا۔

اس موقع کو غنیمت جان کر وحشی اپنا نیزہ لئے آگے بڑھا، اس وقت حضرت حمزہؓ اپنے لشکر کے بائیں حصے میں تیغ زنی میں مصروف تھے۔ وحشی نے بڑے سے پتھر کے قریب چھپ کر پوری قوت سے جناب حمزہؓ پر وار کیا، نیزہ فضا میں لہراتا ہوا گیا اور حضرت حمزہؓ کے شکم کو چیرتا ہوا پشت کی طرف سے باہر نکل گیا۔ حضرت حمزہؓ زخمی شیر کی طرح چنگھاڑتے ہوئے زمین پر گر گئے۔ وحشی کچھ عرصہ چٹان کے پیچھے چھپا انہیں دیکھتا رہا، جسم کی تمام جنبشیں رک گئیں اور آپ کے دم توڑ دینے کا اسے یقین ہو گیا تو وہ آپ کی لاش پر پہنچا، اس میں سے کھینچ کر اپنا نیزہ نکال لیا اور جنگ کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

تاہم ابھی جنگ جاری تھی کہ اس نے جا کر ہندہ کو اپنی کامیابی کی خوشخبری سنا دی۔ ہندہ اسی وقت وحشی کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی لاش پر آئی اور اس سے کہنے لگی:

"لاش کا پیٹ چاک کر دو، میں کلیجہ چباؤں گی۔"

Marfat.com

وحشی نے لاش کا پیٹ چاک کر دیا، ہندہ نے اپنی انگلیوں سے کلیجہ باہر نکال لیا اور اسے چبانا چاہا مگر خدا کی قدرت سے وہ پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے آپ کے کان، ہونٹ اور ناک کو کاٹ کر چہرہ سے الگ کر دیا، پھر انہیں رسی میں پرو کر ایک ہار کی صورت میں گلے میں پہن لیا۔ ہندہ کی دیکھا دیکھی طائفہ میں شامل چند دیگر عورتوں نے بھی چند شہداء کی لاشوں کے یہی حصے کاٹ کر گلے کے ہار بنا کر پہن لیے۔

اس موقع پر صرف چند مجاہدینِ اسلام رسولِ خدا کے دفاع کے لیے ان کے گرد ایک حلقہ بنائے جنگ لڑ رہے تھے، پھر ایک وقت وہ آیا کہ صرف انیس مجاہدین پیغمبرِ اسلام کے دفاع کے لیے باقی رہ گئے اور باقی سب نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔

ابوسفیان نے جب یہ محسوس کر لیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ جب تک حضرت علیؑ موجود ہیں اس وقت تک پیغمبرِ اسلام کے قریب پہنچنا ناممکن ہے، تو اس نے اعلان کر دیا کہ ''ہم نے بدر کی شکست کا بدلہ لے لیا ہے، ہم واپس مکہ جا رہے ہیں۔'' اس اعلان کے بعد جب ابوسفیان نے اپنے گھوڑے کا رخ مکہ کی طرف کر لیا تو سرورِ کائناتؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ قریش کے لشکر کے پیچھے جائیں اور یہ دیکھ کر آئیں کہ لشکر اونٹوں پر سوار ہو کر واپس جا رہا ہے یا گھوڑوں پر؟

حضرت علیؑ کی اس مشن پر روانگی کے بعد جب رسالت مآبؐ کو حضرت حمزہؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو ان کی لاش پر تشریف لائے اور بلند آواز سے گریہ فرمایا، ان کی لاش کی بے حرمتی دیکھ کر حضورؐ نے آپ کو سید الشہداء قرار دیا اور بنو ہاشم کی خواتین کو حکم دیا کہ آپ کے گھر میں چالیس روز تک صفِ ماتم بچھی رہے۔

جب حضرت علیؑ اپنے مشن سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ کو حضرت حمزہؓ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ خبر سنتے ہی بے ساختہ آپ کے لبوں سے نکلا۔

Marfat.com

"انا للّٰہ وانّا الیہ راجعون"

شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کے اسی ردِعمل کے طور پر متذکرہ بالا آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ اور مفہوم ہے:

''وہ جب ان پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کی جانب سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔''

اس کے فوراً بعد ان کی مدح میں ارشاد ہوا:

''یہ وہ ہیں جن پر اللہ کی مہربانیاں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہ وہ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔''

دوسری آیت پر غور کرنے سے یہ یقین ہو جائے گا کہ اس آیت میں جو جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خالق کائنات کا اشارہ ایک سے زیادہ ہستیوں کی طرف ہے۔ پھر اس کے بعد کے الفاظ وہی ہیں جو آیت درود میں شامل ہیں یعنی (حضرت) محمدؐ اور آلِ محمد علیہم السلام پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، فرشتے دعا کرتے ہیں کہ ان پر مہربانیاں اور رحمتیں نازل فرما اور رب العالمین ان پر مہربانیاں اور رحمتیں نازل فرماتا ہے، تو گویا یہ وہی ہستیاں ہیں جو عالم بالا میں آقائے دو عالم کے ہمراہ اس وقت بھی موجود تھیں جب حضرت آدم ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی وہی ہستیاں جو اہلبیتِ نبوت اور معدنِ رسالت تھیں کہ یہی عالم بالا سے ہدایات لینے کے بعد دنیا میں تشریف لائی تھیں اور جنہیں پنجتن پاک علیہم السلام قرار دیا گیا تھا، اور اب خدا انہیں ہستیوں کو ہدایت یافتہ قرار دے رہا تھا۔

OOOO

Marfat.com

فتحِ مبین

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبرؐ اسلام کی رسالت پر ایمان لانے والے بعض مسلمان دل و جان سے نہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے نہ ہی دل وجان سے ان کے رتبے اور قدر و منزلت سے آگاہ تھے اور وہ محض ذاتی مفادات اور دنیاوی منفعت کے لیے مسلمان ہوئے تھے۔ اس کے مظاہرے کی ایک جھلک آپ گزشتہ ایک مضمون میں دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سورہ نجم کی چوتھی آیت کے ذریعے واضح کرنا پڑا کہ رسولِ خداؐ وہی کہتے ہیں جو کہنے کے لیے انہیں وحی کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے مگر وہ متعلقہ آیت کے صرف اسی حصے کو پلّو سے باندھے رہے کہ ''میں بھی تم جیسا بشر ہوں۔'' اس کے بعد انہوںؐ نے جو کچھ فرمایا یعنی فرق یہ ہے کہ ''مجھ پر وحی آتی ہے'' وہ اس فرق کو رسولؐ خدا کی رحلت اور اس کے بعد تک نہ سمجھ سکے۔

حالانکہ انہیں کئی ایسی آیات کے نزول کے بارے میں بتایا جا چکا تھا جن کے بعض اہم حصے بیان نہیں کیے گئے تھے اور ان کی نظروں سے ایسی آیات کے بہت سے گوشے پوشیدہ ہوتے تھے جن پر سے رسول خدا بعد میں نہایت آسانی سے پردہ اٹھا دیتے تھے کہ انہیں وحی کے ذریعے تمام تر تفصیلات سے آگاہ کر دیا جاتا تھا مگر پھر بھی اکثر مسلمانوں کے لیے اِن کی حیثیت ''اشارۂ پنہاں'' کی سی رہتی تھی۔

اس حقیقت کی ایک مثال کہ بعض مسلمان انہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی

Marfat.com

ایک عام بشر ہی سمجھ رہے تھے' زیرِنظر مضمون میں پیش کی جا رہی ہے، حالانکہ انہوں نے مکہ کے سفر کے عزم کا اظہار کرنے سے لے کر مدینہ واپس پہنچ جانے تک جو کچھ بھی کہا، جو کچھ بھی کیا، معاہدے کی شرائط کو تسلیم کرنے سمیت، وہ سب کچھ وحی کے ذریعے ملنے والی ہدایات کے تحت کیا، ان کے قول وعمل پر صرف وہی مسلمان معترض ہوئے جن کی نظروں سے بہت کچھ پنہاں تھا کیونکہ وہ محض نام کے مسلمان تھے۔

اس تمہید کے بعد آیئے اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن مجید کے 48ویں سورہ الفتح کی ابتدائی آیت کیوں نازل ہوئی تھی:

انا فتحنا لك فتحا مبينا O

اس کا اردو ترجمہ ہے:

''(اے رسولؐ) یہ حدیبیہ کی صلح نہیں (بلکہ) ہم نے حقیقتاً تم کو کھلم کھلا فتح عطا کی۔''

یہ آیۂ مبارک ان نام کے مسلمانوں کے ایمان کو اور ان کی عقل کو واضح کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی، جو صلح حدیبیہ کی شرائط پر معترض ہو رہے تھے۔

اب یہ واقعہ شروع سے لے کر آخر تک تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

سن چھ ہجری میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خواب کے ذریعے سفرِ حج اختیار کرنے کے سلسلے میں رہنمائی کی گئی۔ چنانچہ یہ خواب دیکھنے کے بعد آپؐ نے حج کی ادائیگی کی غرض سے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کرنے کا عزم کر لیا۔ مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے آپؐ نے اس سلسلے میں یہ اعلان بھی فرما دیا کہ یہ سفر جنگ کے لیے نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضے کی امن وسکون کے ساتھ ادائیگی کے لیے اختیار کیا جا رہا ہے۔

اس اعلان کے بعد تقریباً پندرہ سو مسلمانوں نے حضورؐ کے ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہیں آگاہ کر دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ اس سفر پر اسلحہ نہیں لے جا سکیں

Marfat.com

گے۔ البتہ قربانی کے لیے جانور اور صرف ایک تلوار ساتھ لے جانے کی اجازت ہوگی۔

اس سلسلے میں برتی جانے والی تمام تر احتیاط کے باوجود قریشِ مکہ اس سفر کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور انہوں نے پیش بندی کے طور پر خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی سربراہی میں جنگجوؤں کے دستے مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر تعینات کردیئے تاکہ مسلمانوں کے قافلے کو وہیں روک لیا جائے۔

جب حضورؐ کو ان اقدامات کی خبر ہوئی تو آپؐ نے قافلے کا راستہ تبدیل کرلیا اور ایک نہایت دشوار گزار علاقے سے ہوتے ہوئے مکہ سے تقریباً پندرہ میل مغرب میں واقع ایک بستی حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر ساتھیوں کے ہمراہ خیمہ زن ہوگئے۔

قریش کو جب علم ہوا تو انہوں نے حضورؐ کو مطلع کردیا کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو کسی صورت مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اس پیغام رساں کے ذریعے قریش کو صادق اور امین رسولِؐ خدا نے پھر یقین دلانے کی کوشش کی کہ مسلمان جنگ کی غرض سے نہیں بلکہ صرف اور صرف فریضۂ حج ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ اس کے باوجود قریش اپنے اسی مؤقف پر قائم رہے کہ مسلمانوں کو کسی صورت مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس کے بعد نمائندوں کے ذریعے دونوں طرف سے پیغامات بھجوائے جاتے رہے مگر قریش مسلمانوں کو زیارت اور طواف کعبہ کی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے۔

قریش کے عروہ نامی ایک پیغام رساں نے حضورؐ کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا اور یہ طعنہ بھی دیا کہ اگر جنگ ہوئی تو ''اے مسلمانوں کے رسولؐ آپ کے سب ساتھی (جنگ احد کی طرح) آپ کو قریش کے رحم و کرم پر چھوڑ کر میدانِ جنگ سے فرار ہوجائیں گے۔''

اس موقع پر دونوں طرف سے تند و تیز جملوں کا تبادلہ بھی ہوا، مگر جنگ

Marfat.com

ہوتے ہوتے رہ گئی۔

اس کے بعد حضورؐ نے خراش ابن امیہ کو اپنے نمائندے کے طور پر مذاکرات کے لیے قریش کے پاس بھیجا مگر اس کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا گیا، یہاں تک کہ اس کا اونٹ بھی ہلاک کر دیا گیا اور وہ مشکل سے جان بچا کر واپس آنے میں کامیاب ہوا۔ قریش ابتداء ہی سے دشمنی کا اظہار تو کر ہی رہے تھے لیکن اب وہ تشدد پر بھی اتر آئے۔

حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر رسالت مآبؐ نے سب مسلمانوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے یہ حلف لیا کہ

''اگر جنگ چھڑ گئی تو ہم میدانِ جنگ سے فرار نہیں ہوں گے۔''

اس حلف برداری کو تاریخ ''بیعتِ رضوان'' کے نام سے موسوم کرتی ہے۔

تاہم بالآخر دونوں طرف کے نمائندوں کے درمیان ہونے والے بحث مباحثے اور مذاکرات کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ ایک معاہدہ کیا جائے۔ قریش نے سہیل بن عمرو کے ذریعے اپنی شرائط پیغمبرؐ اسلام کو بھیجیں۔ یہ شرائط موصول ہونے کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مسلمان کے ساتھ کوئی مشورہ کیے بغیر حضرت علیؓ نے سے فرمایا: ''معاہدے کی شرائط اور دیگر تفصیلات جس طرح میں لکھواتا ہوں، آپ لکھتے چلے جائیں۔''

حضرت علیؓ نے آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے قلم اور کاغذ سنبھالا تو حضورؐ نے یوں لکھوانا شروع کیا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔'' حضرت علی نے تحریر کر دیا تو سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ قریش رحمٰن اور رحیم کے مفہوم سے آشنا نہیں، اس لیے ''بسمک اللھم'' لکھا جائے۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو ہدایت کی کہ سہیل کے کہنے کے مطابق تحریر کو بدل دیں۔ حضرت علیؑ نے فوراً حضورؐ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اس کے بعد حض

Marfat.com

اکرم نے لکھوایا کہ درجِ ذیل معاہدہ محمدؐ الرسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے:-

سہیل پھر معترض ہوا اور کہنے لگا "اگر اہلِ مکہ آپ کو اللہ کا رسول مان لیتے تو وہ آپ کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوتے۔ اس لیے محمدؐ الرسول اللہ کی جگہ اپنے والد کا نام لکھوایئے۔" حضورؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ "رسول اللہ کے بجائے میرے والد کا نام لکھ دیں۔" حضرت علی نے عرض کی "حضورؐ جو سہیل کہہ رہا ہے، وہ اس کا ایمان ہے۔ جو آپ نے لکھوایا ہے اور میں نے لکھا ہے، وہ میرا ایمان ہے۔ میں اپنے ایمان کے برعکس کیسے تحریر کر سکتا ہوں؟"

یہ سن کر حضورؐ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قلم لے کر خود اس میں رسولؐ اللہ کی جگہ "ابن عبدؓاللہ" تحریر فرما دیا۔ پھر حضرت علیؑ کو قلم لوٹاتے ہوئے فرمایا "اے علیؑ، ایک روز تمہیں بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔" (تاریخ کامل حصہ دوم صفحہ 135۔)

اس کے بعد معاہدے کی درجِ ذیل شرائط طے پائیں اور تحریر کی گئیں:

1- اگلے دس سال کے عرصے میں دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ نہ ہی کوئی فریق دوسرے فریق کے کسی اتحادی پر حملہ آور ہوگا۔

2- کوئی بھی قبیلہ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتحاد کر سکتا ہے مگر کسی بھی فریق کے ساتھ اتحاد کرنے والا قبیلہ بھی اس معاہدے کی شرائط کی پاسداری کرنے کا پابند ہوگا۔

3- اگر اہلِ مکہ میں سے کوئی فرد مسلمانوں سے جا کر مل جائے گا تو مکہ والوں کا سردار اسے مسلمانوں سے واپس حاصل کر لے گا لیکن اگر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی اہلِ مکہ سے جا ملے گا تو اہلِ مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

Marfat.com

4- رسولؐ اللہ اور ان پر ایمان لانے والے اس برس فریضۂ حج ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔

5- اگلے برس حضرت محمد مصطفیٰ اور ان کے ہمراہی تین روز کے لیے مکہ میں قیام کر سکیں گے۔ اس موقع پر اہلِ مکہ مقدس مقامات سے پرے چلے جائیں گے مگر اس موقع پر آنے والے کسی مسلمان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہوگا سوائے اس ایک تلوار کے جو ہر مسافر کے پاس نیام میں ہوتی ہے۔

6- اگر دونوں فریقوں میں سے ایک فریق اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا تو دوسرے فریق کے لیے بھی معاہدے کی پاسداری ضروری نہ ہوگی۔

پھر دونوں فریقوں کے سربراہوں نے اس معاہدے پر اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیئے اور اس کے بعد اس کی ایک نقل سہیل کو دے دی گئی۔

معاہدہ طے پا جانے کے بعد بعض مسلمانوں نے اس معاہدے کی شرائط پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ بقول ان کے خصوصاً معاہدے کی تیسری شق بہت قابل اعتراض تھی۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو اس معاہدے کے مضمرات اور اس کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے اثرات سے تفصیل سے آگاہ فرمایا اور اپنے فیصلے کے حق میں بہت دلائل دیئے مگر وہ قائل نہ ہوئے اور مدینہ منورہ واپس پہنچنے کے بعد بھی وہ اپنی روش پر قائم رہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرمائی جس کی ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس معاہدے کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا بلکہ کہا:

''(اے رسول) یہ حدیبیہ کی فتح نہیں (بلکہ) ہم نے حقیقتاً تم کو کھلم کھلا فتح عطا کی۔''

Marfat.com

یہی اس آیت کی شان نزول تھی کہ خدا نے حضورؐ اکرم کی طرف سے کی گئی ساری کی ساری کارروائی کو خود سے منسوب کرلیا اور حضورؐ اکرم کے سارے عمل کی تائید وحمایت کر کے ناقدین کو ہمیشہ کے لیے رسوا کر دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ صلحِ حدیبیہ فتح مکہ کے لیے پہلا قدم ثابت ہوئی۔

OOOO

Marfat.com

علیؑ مولا

گزشتہ مضامین میں جتنی بھی آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی تھیں جن کا کوئی نہ کوئی گوشہ پوشیدہ تھا اور جس پر سے پردہ اٹھانے کا فریضہ قادرِ مطلق نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا کہ پیغمبرِ اسلام کی حیثیت سے یہ کام ان کے فرائض میں شامل تھا۔ چنانچہ وہ آیات کی تشریح و توضیح اس انداز سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچ جاتا تھا۔ انہیں اس سلسلے میں کوئی دشواری اس لیے نہیں پیش آتی تھی کہ جب ان پر وحی نازل ہوتی تھی تو اس کے ذریعے پیغام کے مخفی اور پنہاں گوشاں کو خوب اجاگر کر دیا جاتا تھا۔

گزشتہ مضامین میں ایک مثال ایسی بھی پیش کی گئی جس میں وحی کے ذریعے، محض وحی کے ذریعے' آیت یا آیات کے ذریعے نہیں' محض وحی کے ذریعے موصول ہونے والا پیغام رسول خدا نے اس کے بندوں تک پہنچا دیا اور وہ بھی ایک پیش گوئی کی صورت میں، باوجود اس کے کہ وہ خدا ہی کا پیغام تھا مگر چونکہ آیت نہیں تھی، اس لیے رسولؐ کی بزم میں بیٹھنے والے وہ لوگ جن کے دلوں میں پوشیدہ ایک خواہش کو اس سے ٹھیس پہنچی تھی اس لیے وہ اس پر اپنے شدید ردِ عمل اور تحفظات کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کے رویے سے رسولؐ خدا اس قدر رنجیدہ اور دل گرفتہ

Marfat.com

ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیبؐ، اپنے رسولؐ اور انؐ کی پیش گوئی کی حمایت میں باقاعدہ آیات نازل کرنا پڑیں اور پہلی ہی آیات میں اعتراض کرنے والوں کو لاجواب کرنے کے لیے نہ صرف اللہ تعالیٰ کو اس ستارے کی قسم سے اس آیت کا آغاز کرنا پڑا بلکہ اس کے اترنے کی بھی قسم کھانا پڑی۔ امید ہے قارئین کو اس مضمون کے سارے مندرجات یاد آ گئے ہوں گے جس میں سورۂ نجم کی پہلی چار آیات کا حوالہ دیا گیا تھا۔

اس ساری تمہید سے مقصود یہ ہے کہ جو مسلمان دل و جان سے حضورؐ کی رسالت پر ایمان لانے کی بجائے محض ذاتی منفعت اور دنیاوی مفادات کے لیے ایمان لائے تھے، اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لینے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا، مثال کے طور پر جیسا کہ جنگِ احد سے پہلے نازل ہونے والی آیت میں ارشاد ہوا اور جس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر تم زبان سے کہہ دو گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو کیا میں اس پر یقین کر لوں گا۔ نہیں...... میں تو اسی طرح تمہارا بھی امتحان لوں گا جس طرح تم سے پہلے والوں کا لیا۔''

اور پھر اس امتحان کے دوران میں اکثر و بیشتر افراد، جنگِ احد کے دوران میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کے لیے میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے لیکن جنگ ختم ہو جانے کے بعد رحمتہ اللعالمینؐ کے روبرو معذرت کر کے پھر مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ یہ حضرات ان مسلمانوں میں بھی شامل تھے جو سن دس ہجری میں ذی الحج کے ابتدائی دنوں میں رسولؐ خدا کی معیت میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔

رسولؐ خدا کے مکہ میں قیام کے دوران میں قرآن مجید کی 94ویں سورۃ ''الم نشرح'' نازل ہوئی۔ اس کی ساتویں اور آٹھویں آیات سننے کے بعد بعض مسلمانوں کی بھنویں تن گئیں۔

Marfat.com

ساتویں آیت میں ارشادِ ربانی ہوا تھا:

فاذا فرغت فانصب O

اردو ترجمہ:

''جب فارغ ہو جاؤ تو مقرر کر دو۔''

حکم یہ ہو رہا تھا کہ ''فارغ ہونے کے بعد جانشین مقرر کر دو۔''...... یہ سن کر بعض مسلمان چیں بہ جبیں ہو گئے تھے کیونکہ رسول خدا اس سے پہلے بھی مکہ ہی میں سورۂ نجم کی ابتدائی آیات کے نزول سے پہلے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا اعلان دوسری بار کر چکے تھے اور یہ اعلان سننے کے بعد وہ رسولؐ خدا کے مرتبے کی پرواہ کیے بغیر آپ کے بارے میں گستاخانہ باتیں کرنے لگے تھے، چنانچہ اب وہ پھر معترض ہو گئے چنانچہ رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کے اعلان کو مؤخر کر دیا۔

البتہ آٹھویں آیت اور اس کی تشریح اور توضیح، رسالت مآبؐ کی زبان سے سن کر ان لوگوں کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہو گی اور انہوں نے سوچا ہو گا کہ اب آپؐ اللہ کی طرف رغبت کریں گے، لوٹ جائیں گے تو ہمارے لیے اقتدار میں آنے کی کوئی صورت بن جائے گی۔

آٹھویں آیت میں ارشاد ہوا تھا:

والیٰ ربك فارغب O

اردو ترجمہ:

''اپنے رب کی طرف رغبت کرو۔''

گویا متذکرہ بالا آیت کے ذریعے خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اب اس دنیا میں آپ کا قیام اختتام کے قریب ہے اس لیے اس دارِ

Marfat.com

فانی سے کوچ کرنے سے پہلے آپ کو اپنا جانشین مقرر کرنا ہے۔"

یہ کام معمولی نوعیت کا نہ تھا کہ یہ نہ صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین مقرر کرنے کا مسئلہ تھا بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی جانشینی کا بھی معاملہ تھا جنہوں نے نہ صرف اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی مخلوق تک پہنچانے میں صرف کر دی تھیں بلکہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران میں ان گنت مصیبتیں جھیلی تھیں، کئی صدمے اٹھائے تھے اور بے شمار قربانیاں بھی دی تھیں۔

اس معاملے کی اہمیت اس حقیقت سے بھی عیاں تھی کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو اس کی تعلیمات کو، اس کے اوامر ونواہی کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے محفوظ رکھنے اور ان تک پہنچانے کے لیے تمام ضروری اقدامات بھی کرنا تھے۔ چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جانشین کے نام کے اعلان کے لیے موزوں اور مناسب لمحے کا انتظار فرمانے لگے اور اس اعلان کے ممکنہ اثرات کا جائزہ بھی لیتے رہے۔

چنانچہ جب آپ اپنی زندگی کے آخری حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تو راستے میں پانچویں سورۃ "المائدہ" کی سڑسٹھویں آیت نازل ہوئی اور رب العزت نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

یا یھا الرسول بلغ.......... القوم الکفرینO

اردو ترجمہ ہے:

> "اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تم نے اس کا کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں (اور تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا کافروں کو ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔"

Marfat.com

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیہ کریمہ میں جس حکم کو لوگوں تک پہنچانے کا ذکر کیا جا رہا ہے اسے پھر پنہاں رکھا گیا ہے، یا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یا اس کے رسولؐ کو معلوم ہے جس پر یہ نازل کیا گیا تھا۔ گویا خالقِ کائنات جان بوجھ کر اس حکم کو فی الوقت لوگوں سے پنہاں رکھنا چاہتا ہے اور اسے خلقِ خدا سے پنہاں رکھ کر وہ لوگوں میں اس حکم کے بارے میں تجسس پیدا فرمانا چاہتا ہے اور اس طرح اس کی اہمیت کو بھی اجاگر کرنا چاہتا ہے اور اس کی فضیلت کو بھی۔ البتہ رسالت مآبؐ کے دل میں اطمینان پیدا کرنے کے لیے انہیں یہ بھی یقین دلا رہا ہے کہ ''میں آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھوں گا۔ آپؐ یہ حکم پہنچانے سے ہچکچائیں یا گھبرائیں نہیں۔ کافر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔''

بہر حال اب اس معاملے کو مزید التوا میں رکھنا ممکن نہ تھا۔ خصوصاً اس آیت کے اس حصے کے نزول کے بعد کہ ''(گویا) تم نے اس کا کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں'' اس معاملے کو مزید التوا میں رکھنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ رسالت مآبؐ نے موجودہ لمحات کو اس اعلان کے لیے نہایت مناسب اور موزوں خیال فرمایا۔

آپ نے اپنی زندگی کا یہ آخری حج تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کی معیت میں کیا تھا، حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ واپس جانے کے لیے جس وقت آپ کا قافلہ حجفہ سے گزر کر غدیرِ خم کی وادی میں پہنچا تو مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے قافلے کو رک جانے اور یہیں خیمے نصب کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ جو حجاج کرام آگے جا چکے تھے، انہیں واپس بلانے کے لیے قاصد روانہ فرمائے اور جو ابھی پیچھے آ رہے تھے ان کے پہنچ جانے کا انتظار فرمایا۔

جس وقت سب حجاج کرام جمع ہو گئے تو حضور اونٹ پر بنائے گئے منبر پر

Marfat.com

تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے خطبے کا آغاز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف بیان فرمانے کے بعد آپؐ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میں ایک بشر ہوں اور اب وہ وقت دور نہیں جب ایک پیغام آئے گا اور پھر اس کے بعد میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔ کیا میں نے وحی کے ذریعے موصول ہونے والے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات تم تک ٹھیک نہیں پہنچائے؟"

ہجوم نے اثبات میں جواب دیا، اس کے بعد آپ نے سوال کیا۔

"کیا میں ایمان لانے والوں کی ارواح کا آقا اور سردار نہیں ہوں؟"

سب نے جواب دیا۔ "یقیناً یارسول اللہ آپ ہماری ارواح کے آقا اور سردار ہیں۔"

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس سے پہلے سورۂ احزاب کے نزول کے بعد حضورؐ ایمان لانے والوں کو آگاہ فرما چکے تھے کہ "نبی مومنین کی جانوں پر خود ان سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔"

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا، حضرت علیؑ منبر پر تشریف لے گئے تو رسالت مآبؐ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا "اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی تاخیر کے بغیر تم تک اس کا ایک پیغام پہنچا دوں۔ اس کے بعد آپؐ نے سورۂ مائدہ کی متذکرہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔ چنانچہ ہر کوئی یہ جاننے کے لیے بے چین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ کونسا پیغام ہے جو اگر ہم تک نہ پہنچایا گیا تو یہ سمجھا جائے گا گویا کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں گیا۔"

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے فضا میں بلند کیا اور اعلان فرمایا "تم میں سے جس کا میں مولا ہوں، اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔"

دوسرے لفظوں میں آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ "علی ابن ابی طالب (علیہ

Marfat.com

السلام) میرا جانشین اور نائب ہے۔ اس کی ہمیشہ اطاعت کرو اور اس کا ہر حکم بجا لاؤ۔ یہی اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور اس کی کتاب پر کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں۔''

اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا ''اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد علیؑ تمہارا مولا ہے، یہ وہی ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا چکا ہے کہ اس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کی۔''

اس کے بعد آپ نے پانچویں سورۃ المائدہ کی پچپن ویں آیت کی تلاوت فرمائی۔

انما ولیکم اللہ.......... وھم رٰکعونO

اس کا اردو ترجمہ ہے:

''یقیناً تمہارا ولی تمہارا اللہ ہے اور اس کے رسولؐ ہیں اور
وہ بھی تمہارے ولی ہیں جو اہل ایمان ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں
اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

جونہی آپؐ نے اپنا خطبہ مکمل فرمایا، پانچویں سورۃ ''المائدہ'' کی یہ تیسری آیت نازل ہوئی جس کے آخری حصے میں درج ذیل الفاظ بھی شامل ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم.......... الاسلام دیناط

یعنی ''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اس دینِ اسلام کو پسند کیا۔''

گویا جب تک حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی ولایت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا نہ تو اس وقت تک دین مکمل ہوا تھا اور نہ ہی اللہ کی نعمتیں مکمل طور پر عطا ہوئی تھیں۔

OOOO

Marfat.com

اجرِ رسالت کی ادائیگی کے بارے میں سوال

قرآن مجید کی 42ویں سورۃ کی 23ویں آیت میں رب العالمین ارشاد فرما رہا ہے:

ذالك الذی یبشر .... غفور شکور O

یہ آیت تین حصوں پر مشتمل ہے جن کا ترتیب وار ترجمہ ہے۔

''یہی انعام ہے جس کی خدا اپنے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے۔''

''(اے حبیبؐ) کہہ دو، میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا سوائے اس کے کہ (اجرِ رسالت کی ادائیگی کے لیے) میرے قرابت داروں سے موَدّۃ کرو۔''

''اور جو شخص نیکی کرے گا، ہم اس کے لیے اس کی خوبی میں اضافہ کریں گے۔ بے شک خدا بڑا بخشنے والا قدردان ہے۔''

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس آیت کی ''جان'' اس کا درمیانی حصہ ہے۔ اسی میں اہم اشارۂ پنہاں ہے۔ اس لیے آیت کے صرف اسی حصے کو موضوع بنایا جا رہا ہے۔ سارے قرآن مجید میں اس کے علاوہ نہ کہیں

Marfat.com

یہ ذکر آیا ہے کہ ''اے حبیبؐ اپنی امت سے یہ سوال کرو۔'' اور نہ ہی کہیں یہ ذکر آیا ہے کہ ''اپنی امت سے اجرِ رسالت مانگو اور وہ بھی قرابت داروں سے مؤدۃ کی صورت میں۔'' اس لیے زیرِ نظر سطور میں اسی کی وضاحت مقصود ہے کہ وہ کون ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حضورؐ کے قرابت دار قرار دے رہا ہے اور ان کی مؤدۃ کا سوال کروا رہا ہے۔

سب سے پہلے اس امر کا جائزہ لے لیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مبعوث ہونے والے تقریباً سبھی نبیوں اور رسولوں نے کارِ نبوت اور کارِ رسالت کی انجام دہی کے دوران میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، مصیبتیں جھیلیں، اذیتیں برداشت کیں لیکن کسی نے اپنی امت سے اجرِ نبوت یا اجرِ رسالت نہ مانگا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ خدا روئے زمین پر جو اپنا پسندیدہ دین نافذ کرنا چاہتا تھا، وہ ابھی پوری طرح نافذ نہیں ہوا تھا۔ اس کے نفاذ کی تکمیل کے لیے حضورؐ کے غدیرِ خم کے مقام پر کیے جانے والا اعلان جس میں رسالت مآبؐ نے طویل خطبہ کے بعد یہ اعلان فرمایا تھا کہ ''جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے۔'' ابھی ہونا باقی تھا۔ اور پھر اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی تھی جس کا مفہوم تھا ''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اس دین اسلام کو پسند کیا۔'' ان آیات کا نزول بھی ابھی باقی تھا۔

چنانچہ آیئے اب اس آیت میں شامل کیے گئے ایک ایک لفظ کے استعمال اور اس کی اہمیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

زیرِ نظر آیہ کریمہ کی ابتداء لفظ ''قُل'' سے ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کہ سارے کا سارا خدا کے حکم پر حضرت جبرائیل نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا اور پھر انہوں نے اسے اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور ان کے بتائے ہوئے

Marfat.com

دین پر ایمان لانے والوں تک پہنچایا لیکن اس کے باوجود بعض سورتوں اور آیات کی ابتداء اسی لفظ ''قُل'' سے ہوئی ہے۔ جب خدا نے چاہا کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنا تعارف کرائے تو اس کے لیے اس نے سورۂ اخلاص نازل فرمائی اور اس کی ابتداء بھی لفظ ''قُل'' سے کی۔ سورہ اخلاص میں اس لفظ کے استعمال کی حد تک تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے اللہ یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ جو کچھ وہ اپنے بارے میں خود جانتا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا، اس لیے اس آیۂ اخلاص کی ابتدا لفظ ''قُل'' سے کی کہ وہ اپنا تعارف خود کرانا چاہ رہا تھا۔

لیکن اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن کی ابتدا لفظ ''قُل'' سے ہوتی ہے، حالانکہ ہر سورۃ کے ہر لفظ کا وہ خود انتخاب کرتا ہے اور پھر اسے خود جملے میں استعمال کرتا ہے تاکہ اس کا پیغام جس طرح وہ چاہتا ہے بعینہٖ اسی صورت میں اس کے رسولؐ کے ذریعے اس کی مخلوق تک پہنچے۔ لیکن اگر آپ غور فرمائیں تو وہ بعض اوقات اس لفظ ''قُل'' کا استعمال بات کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے بھی کرتا ہے، اس کی مثال کے لیے سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ:

''(اے رسولؐ) کہہ دو اے رب مجھے جہاں داخل کرنا چاہے، صدق سے داخل کر دے اور جہاں سے نکالنا چاہے صدق سے نکال لے اور مجھے اپنی بارگاہ سے ایک غالب آنے والا مددگار عطا کر۔''

یعنی دراصل حضرت علیؑ کو پیغمبر اسلام کا مددگار بنانے کے لیے یہ آیت نازل کی گئی جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ میرے حبیبؐ نے حضرت موسیٰؑ کی طرح نہیں کہا کہ ''میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے'' بلکہ میرا حبیبؐ میرے کہنے سے دعا کرے گا اور اس کے نتیجے میں اس کی مدد کے لیے میں خود علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ''غالب

Marfat.com

آنے والے مددگار'' کے عہدے پر متمکن کروں گا۔

چنانچہ آیۂ اجرِ رسالت کے سلسلے میں غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہو کہ اگر میں نے نہ کہا ہوتا تو شاید میرا حبیبؐ نہ اجرِ رسالت مانگتا نہ اپنے قرابت داروں کی مودّۃ کے لیے سوال کرتا۔ بہر حال......

متذکرہ سورۃ میں اس کے بعد جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ ہیں ''لااسئلکم'' یعنی ''میں اس کے علاوہ تم سے کوئی سوال نہیں کرتا۔'' اس سے پہلے دستور یہ تھا کہ حضور اہلِ ایمان تک اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچاتے تھے، ہر زاویئے سے اس کی وضاحت کرتے تھے، اس کے بارے میں حاضرین کے سوالوں کے جواب دیتے تھے، مثالوں سے مسئلے کو واضح کرتے تھے اور پھر انہیں تلقین فرمایا کرتے تھے کہ اس حکمِ خدا پر اس طرح عمل کرو جس طرح وہ چاہتا ہے، اگر حکم کا تعلق کسی چیز سے باز رہنے کے بارے میں ہوتا تھا تو اس سے ہمیشہ باز رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

لیکن یہاں صورت بدلی ہوئی تھی، حضورؐ کو حکم ہوا تھا کہ ''ان سے سوال کرو'' حالانکہ سائل ہی ہمیشہ حضورؐ کے درِ دولت پر حاضر ہوتے تھے، سائل ہی اپنا سوال لے کر ان کی خدمت میں پہنچتے تھے، اور کبھی خالی جھولی لے کر واپس نہیں لوٹتے تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے خود اپنی امت کے کسی فرد سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، جسے دیا تھا، حکم ہی دیا تھا۔ اور ان کے حکم بجالانے کو اللہ تعالیٰ فرض بھی قرار دے چکا تھا لیکن اب حضورؐ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ یوں کہو ''میں اس کے علاوہ تم سے کوئی سوال نہیں کرتا'' یعنی بہر حال یہ سوال تو کر رہا ہوں...... ذرا غور فرمایئے کہ متذکرہ بالا آیت کے نزول کے بعد پیغمبرؐ اسلام کا دھیان کس کس طرف نہ گیا ہوگا کیونکہ مستقبل میں رونما ہونے والے بہت سے واقعات کا علم تو آپ رکھتے ہی تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے ''میں علم کا شہر ہوں۔''

Marfat.com

مستقبل کے بارے میں علم کے ذکر سے پہلے یہ ذکر کیوں نہ کر دیا جائے کہ جیسا کہ آپ پہلے بھی مطالعہ کر چکے ہیں غدیر خم کا واقعہ سننے کے بعد ایک شخص نے جب مکہ میں یہ واقعہ سنا تو وہ آگ بگولا ہو گیا کہ پیغمبرؐ نے ولایت کے درجے پر اپنے داماد اور اپنے چچازاد بھائی علیؑ ابی طالبؓ کو فائز کر دیا ہے، تو وہ فوراً اونٹنی پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتا ہوا مدینہ میں اس مقام پر پہنچا، جہاں اس وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اونٹنی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی تو اس پر سے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا نبیؐ اکرم کے سامنے جا کھڑا ہوا اور فوراً یہ سوال کر دیا کہ:

"اے خدا کے رسولؐ میں نے سنا ہے آپ نے علیؑ ابن ابی طالبؓ کو بھی مولا قرار دے دیا ہے۔"

حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا تو پھر پوچھنے لگا:

"آپ نے یہ اعلان خدا کے کہنے پر کیا ہے یا اپنی طرف سے؟"

حضورؐ نے جواب دیا: "خدا کی قسم، خدا کے حکم کو بجالاتے ہوئے۔"

یہ سن کر وہ شخص ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا کہ

"اے خدا اگر تمہارے حکم سے علیؑ کو مولا مقرر کیا گیا ہے تو مجھ پر فوراً عذاب نازل کر دے۔"

اس کا یہ کہنا تھا کہ آسمان سے ایک کنکر آ کر اس کے سر پر گرا اور جسم کو چیرتا ہوا باہر نکل گیا۔ چنانچہ وہ شخص وہیں گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کے لیے قرآن میں کافر کا لفظ استعمال کیا گیا۔

جہاں تک غیب کے علم یعنی بعد میں رونما ہونے والے واقعات کا تعلق ہے، سورۂ الصّفات میں حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح ہونے سے بچ جانے پر ان کا فدیہ ایک ذبح عظیم کو قرار دیا گیا تھا، اس کے علاوہ حضرت امام حسینؑ کی ولادت کے بعد جب حضورؐ کو اطلاع ملی اور انہوں نے فوراً آ کر نومولود نواسے کو اپنی آغوش میں لیا، اسے اپنی

Marfat.com

زبان چوسائی تو حضرت جبرائیل نے آ کر اطلاع دی تھی کہ ''اس بچے کو سن اکسٹھ ہجری میں کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اس وقت شہید کر دیا جائے گا جب یہ تین روز کا بھوکا پیاسا ہوگا۔''

بہر حال مستقبل کے تمام حالات سے باخبر ہونے کے باوصف آپؐ نے امت سے یہ سوال اس لیے کر دیا تا کہ سب کا امتحان ہو جائے کہ اس آیت کے نزول کے باوجود وہ اپنے اپنے ظالمانہ عزائم سے باز رہتے ہیں یا نہیں اور خدا کی رضا کے مطابق حضورؐ کے قرابت داروں سے مَوَدّۃ کرتے ہیں یا نہیں۔

لا اسئلکم کے بعد علیه اجراً کے الفاظ ہیں جن سے مراد ہے ''اجرِ رسالت''، یعنی حضورؐ اپنی امت سے سوال کرتے ہوئے یہ کہیں کہ ''میں نے تم لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے جو تکلیفیں اٹھائیں جو اذیتیں برداشت کیں اور جو مصیبتیں جھیلیں میں تم لوگوں سے اس کا اجرا ادا کرنے کا سوال کر رہا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مَوَدّۃ کرو۔''

اہلِ علم کے مطابق مَوَدّۃ محبت کے اس درجے کو کہا جاتا ہے جب محبوب کے ہر واجب العمل حکم کو بجالانا فرض ہو جاتا ہے اور اگر محبوب کے کسی واجب العمل حکم کو بجا نہ لایا جائے تو محبت کرنے والا گنہگار متصور ہوتا ہے۔

مَوَدّۃ کے بعد جو الفاظ آیت میں استعمال ہوئے ہیں وہ ہیں فی القربیٰ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے قرابت دار۔ گویا اب اجرِ رسالت ادا کرنے والوں کو یہ سمجھانا بھی ضروری تھا کہ حضور جنہیں اپنا قرابت دار قرار دے رہے ہیں، وہ کون کون سی ہستیاں ہیں۔

وہ واقعہ تو اکثر قارئین کو یاد ہوگا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب بچپن میں امام حسن، امام حسین علیہ السلام بیمار پڑ گئے تھے اور حضور کو اطلاع ملی تو وہ بھی متفکر

Marfat.com

ہو کر نواسوں کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس موقع پر آپؐ نے حسنین علیہم السلام کے والدین کو مشورہ دیا کہ ''ان کی جلد از جلد صحت یابی کے لیے لگا تار تین روزے رکھنے کی نذر مان لیں۔'' چنانچہ شہزادوں کے والدین نے یہ نذر مان لی کہ ''بچوں کے تندرست ہو جانے پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے لگا تار تین روزے رکھیں گے۔''

بچے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہو گئے تو منت اتارنے کا مرحلہ آ گیا۔ والدین کی تقلید میں دونوں شہزادوں نے بھی روزے رکھنے کی ٹھان لی، پھر اس کے بعد گھر کی کنیز بھی اس کارِ خیر میں شامل ہو گئی۔ پہلا روزہ رکھا گیا، افطاری کا وقت ہوا تو دروازے پر سائل نے آواز دی ''اے اہل بیتؑ رسولؐ میں مفلس ہوں اور بھوکا ہوں، مجھے کھانے کے لیے کچھ دو۔'' سائل کی آواز سن کر سب سے پہلے حضرت امیر المومنین علیؑ ابن طالب نے دستر خوان پر جو کچھ کھانے کے لیے ان کے سامنے رکھا گیا تھا، اسے اٹھایا اور لے جا کر سائل کو دے دیا۔ پھر آپؑ کی تقلید میں سبھی نے اپنے سامنے پڑا ہوا کھانا اٹھایا اور جا کر سائل کو دے دیا اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے سو گئے۔ دوسرے روز جب شہزادے والدین سمیت افطاری کے وقت دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے تو پھر ایک سائل نے آ کر صدا دی۔ ''اے اہلبیت رسولؐ، میں یتیم ہوں، مفلوک الحال ہوں اور بھوکا ہوں، مجھے کھانے کے لیے کچھ عطا ہو۔'' یہ صدا سن کر پھر امیر المومنین حضرت علیؑ اٹھے اور اپنے سامنے پڑا ہوا کھانا اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ ان کے شہزادوں، اہلیہ محترمہ اور کنیز نے بھی ان کی تقلید کی۔ سب نے پانی سے روزہ افطار کیا اور بھوکے ہی سو گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب تیسرے روز افطاری کے وقت یہ ہستیاں دستر خوان پر تشریف فرما ہوئیں تو پھر ایک سائل کی صدا سنائی دی جو کہہ رہا تھا ''اے اہلبیتِؑ رسولِؐ مقبول میں وہ اسیر ہوں جسے ابھی ابھی رہائی ملی ہے، میں

Marfat.com

بھوکا ہوں، مجھے خدا کے لیے کھانا کھلا دو۔'' یہ صدا سن کر کنیز سمیت پھر سب نے اپنے اپنے حصے کی روٹی اسیر کی جھولی میں ڈال دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب، ان کی زوجہ سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمۃ الزہرہ، بیٹے امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہم السلام کا خدا کے نام پر سائلوں کو کھانا کھلا دینا اور خود پانی سے روزہ افطار کر لینا اللہ رب العزت کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے سورۂ دہر نازل فرما دی۔

اہلبیت رسولؐ کے تعارف کے لیے آیۂ مباہلہ کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے جب حضرت عیسیٰؑ کے خدا کے ''بیٹے'' نہ ہونے کے بارے میں حضرت آدمؑ کی تخلیق کے واقعے کو دلیل کے طور پر پیش کیے جانے کے باوجود یہی اصرار کیا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اے حبیبؐ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم ان سے مباہلہ کرو، چنانچہ طے ہوا کہ اگلے روز صبح کے وقت نصرانی بھی آ جائیں گے اور حضور بھی اور دونوں اپنے بیٹوں کو بھی لائیں گے، اپنی عورتوں کو بھی لائیں گے اور اپنے نفسوں کو بھی لائیں گے اور دعا مانگیں گے کہ دونوں فریقوں میں سے جو بھی جھوٹا ہے، اس پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ جس آیت کا یہ مفہوم ہے اس آیت کریمہ کو آیۂ مباہلہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ مباہلہ کے لیے حضورؐ بیٹوں کی جگہ اپنے دونوں نواسوں امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہم السلام کو لے کر گئے، عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزہرہ کو اور اپنے نفس کی جگہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو لے کر میدان مباہلہ میں پہنچے۔ اہلبیت رسولؐ کو دیکھ کر نصرانیوں کے وفد کے سربراہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر پیغمبرؐ اسلام اپنی امت کے افراد کو ہمراہ لاتے تو ہم مباہلہ کر لیتے لیکن پیغمبر اسلام تو اپنے اہلبیت کو لے آئے ہیں اور ان ہستیوں کے چہروں پر ایسا نور

Marfat.com

نظر آ رہا ہے کہ اگر انہوں نے پہاڑ کو حکم دیا تو وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے گا۔ان ہستیوں سے مباہلہ قطعاً نہ کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔ چنانچہ نصرانی بغیر مباہلہ کے جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے میدان سے فرار ہو گئے۔ یہ قرآن میں درج تیسرا واقعہ تھا جس کے ذریعے اہلِ بیت اطہار کا تعارف کرا دیا گیا تھا اور یہی حضورؐ کے قرابت دار تھے۔

چنانچہ متذکرہ آیت میں شامل ہر لفظ کے معنی، مفہوم اور اس کے استعمال کی تفصیلات جاننے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ آیت ان تمام ایمان لانے والوں کا امتحان لینے کے لیے نازل ہوئی تھی، ان تمام مسلمانوں کا امتحان جو منہ سے تو کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، مگر دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ اور وہ فقط ذاتی مفادات اور دنیاوی مال و دولت کے حصول کے لیے مسلمان ہوئے تھے۔

پیغمبر اسلام علم کا شہر تھے اور جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ آیت اتمامِ حجت کے لیے نازل فرمائی تھی بلکہ اس سے اُن اہلِ ایمان کا امتحان لینا بھی مقصود تھا جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے۔ قصہ کوتاہ اس آیت کے نازل ہونے کے باوجود نہ کسی نے حضورؐ کے قرابت داروں سے مودۃ کی اور نہ ہی حضور کو اجر رسالت ادا کیا بلکہ اس کے برعکس حضور کے متذکرہ بالا چاروں قرابت داروں پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ تاریخ کے صفحات ان کے ناحق بہائے جانے والے خون سے رنگین ہیں۔

بہرحال آیۂ مَودّۃ کی شانِ نزول یہ تھی کہ دین اسلام کا نفاذ مکمل ہو چکا تھا اور حضورؐ کارہائے رسالت کی انجام دہی سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لیے اس وقت کو خدا نے اہل ایمان کا امتحان لینے کے لیے مناسب جانا۔ جن مسلمانوں کے دلوں میں حضورؐ کے قرابت داروں کے لیے مَودّۃ ہے، وہ اس امتحان میں کامیاب قرار پائیں گے اور جن کے دلوں میں ان کے لیے بغض ہے، وہ ناکام و نامراد قرار پائیں گے۔

OOOO

Marfat.com

عذاب کا طلب گار

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی ولایتؓ کے اعلان کے بعد بعض مسلمانوں نے ایسے ردِ عمل کا اظہار کیا جس کی توقع نہ تھی کیونکہ غدیرِ خم کے مقام پر رسولؐ خدا نے جو خطبہ دیا اور اس کے بعد جو اعلان فرمایا اس کا لب لباب یہ تھا کہ ''جس کا میں مولا ہوں، اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔'' اس اعلان میں حضور رسالت مآبؐ نے جان بوجھ کر یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ میرے بعد علیؑ ابن ابی طالبؓ میرا جانشین ہوگا۔ آپؐ نے ''جانشین'' کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا مگر اس سے اخذ تو یہی کیا گیا تھا اور اسی لئے بعض لوگوں نے اس اعلان کے خلاف شدید ردِ عمل کا اظہار بھی کیا۔ رب العالمین نے سورۂ المائدہ کی 67 ویں آیت کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا تھا:

ان اللّٰہ لا یھدی القوم الکٰفرین O

اردو ترجمہ ہے:

''خدا کافروں کی قوم کو ہرگز منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔''

علماء نے اس سے مراد یہ لی کہ جو لوگ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کو قبول نہیں کریں گے، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہوں گے بلکہ کافروں میں سے ہوں گے۔

قرآن پاک کی 70 ویں سورۃ المعارج کی ابتدائی تینوں آیتوں میں جو ارشاد

Marfat.com

ہوا، اس میں اشاروں کنایوں میں بات کی گئی اور اس کے پوشیدہ گوشوں پر سے بعد میں رسالت مآبؐ نے پردہ اٹھایا، پہلے متعلقہ تین آیات اور ان کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

(1)سال سآل بعذاب واقع O

(2) للكفرين ليس له دافع O

(3) من الله ذى المعارج O

ان آیات کا اردو ترجمہ ہے:

(1) "ایک سوال کرنے والے نے (کافروں کے لیے نازل ہو کر رہنے والے) عذاب (کے نازل کرنے) کا سوال کیا۔

(2) ایسے عذاب کا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

(3) جو اس خدا کی طرف سے (نازل ہونے والا تھا) جو ارتفاع کے راستوں سے واقف ہے۔"

آپ نے نوٹ کیا کہ تینوں آیات میں ضروری معلومات اور تفصیلات موجود نہیں اور انہیں پوشیدہ رکھا گیا ہے، ان کے نزول کے بعد رسالت مآبؐ نے خود امت کو متعلقہ تفصیلات سے آگاہ کیا جنہیں بعد میں تفاسیر میں محفوظ کیا گیا۔

ان تفصیلات کے مطابق جب حارث بن نعمان نامی شخص نے یہ خبر سنی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج سے واپسی پر غدیرِخم کے مقام پر ایک بڑے اجتماع میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اور اسے فضا میں بلند کر کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے" تو وہ یہ خبر سن کر سیخ پا ہو گیا۔

Marfat.com

چنانچہ وہ فوراً اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتا ہوا مدینہ پہنچا تاکہ حضورؐ اکرم سے یہ پوچھے کہ کیا جو کچھ میں نے سنا ہے، صحیح ہے۔

منزل مقصود پر پہنچ کر اس نے اونٹنی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی تو وہ جلدی سے اس سے نیچے اترا اور سیدھا حضورؐ اکرم کے سامنے جا پہنچا۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ یوں گویا ہوا:

''اے اللہ کے رسولؐ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ اس اللہ پر ایمان لے آؤ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ آپ نے کہا، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ہم نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ آپ نے حکم دیا کہ روزانہ پانچ مرتبہ نماز ادا کیا کرو۔ ہم نے تعمیل کی۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض قرار دیا، ہم نے یہ فریضہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''رمضان المبارک کے مہینے کے دوران میں روزے رکھا کرو، ہم نے اس حکم پر بھی عمل شروع کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے حج کی سعادت حاصل کرنے اور طواف کعبہ کا حکم دیا غرضیکہ ہم آپ کا ہر حکم بجا لائے۔ آپ کے سب احکامات کی تعمیل کے باوجود آپ (نعوذ باللہ) مطمئن نہیں ہوئے اور اب آپ اپنے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ کو مولا کے طور پر ہم پر (نعوذ باللہ) مسلط کر رہے ہیں اور آپ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں، اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ میں آپ سے یہ استفسار کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ اعلان اپنی مرضی سے کیا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے؟''

یہ سن کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ''اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے یہ اعلان اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق کیا ہے۔ اس اللہ کے حکم کے مطابق جو قادرِ مطلق اور شان و شوکت والا ہے۔''

یہ جواب سن کر حارث بن نعمان کو بے حد مایوسی ہوئی اور وہ بآواز بلند یہ کہتے

Marfat.com

ہوئے اپنی اونٹنی کی طرف چل پڑا ''اے اللہ اگر محمدؐ جو کہہ رہے ہیں سچ ہے تو آسمان سے مجھ پر ایسا پتھر برسا جس سے مجھے بے حد درد اور تکلیف ہو۔''

یہ کہنے کے بعد وہ ابھی اپنی اونٹنی تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے اس کے سر پر ایک پتھر آ کر گرا اور اس کے جسم کو چیرتا ہوا اس کے جسم سے خارج ہو گیا اور وہ وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔

یوں سائل نے اپنے لیے جو عذاب طلب کیا تھا، وہ اس پر نازل کر دیا گیا۔

تاہم توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ حارث بن نعمان چونکہ مسلمان ہونے کے باوجود حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی ولایت پر معترض ہوا تھا اور ان کی ولایت کو تسلیم نہیں کر رہا تھا، اس لیے مندرجہ بالا دوسری آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے کافر قرار دے کر اس پر کافروں پر نازل ہو کر رہنے والا عذاب نازل کر دیا۔

گزشتہ مضمون میں سورہ المائدہ کی جو 67ویں آیت شامل کی گئی تھی، اس کا آخری حصہ بھی یہی تھا کہ ''اللہ کافروں کو ان کی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔''

دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کے لیے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی ولایت پر ایمان لائیں کیونکہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ ہر اس فرد کے مولا قرار دیئے گئے تھے جس کے رسولِؐ خدا مولا تھے اور جو رسولِؐ خدا کو مولا نہیں مانتا، اس کا مطلب ہے وہ ان پر ایمان نہیں لایا اور جو رسول خدا پر ایمان نہیں لاتا، وہ کافر قرار پاتا ہے۔

○○○○

Marfat.com

ذبحِ عظیم

واقعہ کربلا کے پس منظر سے متعلق
قرآنی آیات اور اشارہٴ پنہاں کی ایک واضح مثال

وہ خلاق عظیم جو پیغمبروں سمیت اپنی مخلوق کا امتحان لیتا رہتا ہے، قرآن مجید کی 37 ویں سورۃ الصّٰفات کی 100 ویں آیت سے لے کر 107 ویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے:

100- رب هب لي من الصّٰلحينO

101- فبشر نه بغلٰم حليمO

102- فلما بلغ معه............ من الصّٰبرينO

103- فلما اسلما وتله للجبينO

104- و نا دينه ان يٰابرٰهيمO

105- قد صدقت الرء ياء انا كذٰلك نجزي المحسنينO

106- ان هٰذا لهو البلٰٓوا المبينO

107- و فدينٰه بذبح عظيمO

مندرجہ بالا آیات کریمہ کا ترتیب وار ترجمہ یہ ہے:

100- ''(پھر ابراہیمؑ نے عرض کی) پروردگار مجھے ایک

Marfat.com

نیکوکار (فرزند) عطا فرما۔"

101- "تو ہم نے ان کو بڑے صابر لڑکے (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی۔"

102- "جب (ان کا بیٹا اسمٰعیلؑ) اپنے باپ کے ساتھ کام کاج کرنے لگا تو (ایک دفعہ) ابراہیمؑ نے کہا، بیٹا میں خواب میں (وحی کے ذریعے) دیکھتا ہوں کہ میں خود تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تو تم بھی غور کرو۔ تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟ اسمٰعیل نے کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے، وہ (بلا تامل) کیجیے۔ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔"

103- "پھر جب دونوں نے ٹھان لی اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) ماتھے کے بل لٹا دیا۔"

104- "اور ہم نے (آمادہ دیکھ کر) آواز دی، "اے ابراہیمؑ۔"

105- "تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا (اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے) ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر دیتے ہیں۔"

Marfat.com

106- ''اس میں شک نہیں کہ یہ یقینی طور پر بڑا سخت امتحان تھا۔''

107- ''اور ہم نے اسمٰعیلؑ کا فدیہ ایک ذبحِ عظیم کو قرار دیا۔''

آخری آیت ''اشارۂ پنہاں'' کی واضح مثال ہے اور اسی کی تشریح و توضیح کے لیے ان تمام آیات کے نزول کا پس منظر بیان کیا جا رہا ہے۔

مستند تواریخ کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے ہاں جب اولاد نہ ہوئی تو ان کی زوجہ سارہ نے ان کی دوسری شادی کے لیے حضرت حاجرہ کا انتخاب خود کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوگئی اور خدا نے اپنی بارگاہ سے حضرت حاجرہ کے بطن سے انہیں فرزند عطا کر دیا تو حضرت ابراہیمؑ نے اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا۔ مگر حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت کے بعد سارہ کی کیفیت کچھ ایسی ہوگئی کہ انہوں نے حضرت حاجرہؓ اور ان کے بچے اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاں رکھنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ حضرت سارہؓ کی خوشنودی کے لیے حضرت ابراہیمؑ ماں بیٹے کو لے کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ پہنچ کر انہیں خدا کے سپرد کر کے واپس لوٹ آئے۔

مکہ میں حضرت حاجرہؓ اور ان کے فرزند نے جس طرح زندگی گزاری اور جو مصیبتیں جھیلیں وہ ایسی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر کو مناسک حج میں شامل کر دیا کیونکہ وہ دونوں ہر امتحان میں پورے اترے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان اور بھروسہ ایک لمحے کے لیے بھی قطعاً متزلزل نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

ادھر حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت کے پانچ برس بعد پروردگار نے حضرت سارہؓ کو بھی فرزند عطا کر دیا جس کا نام حضرت ابراہیمؑ نے اسحٰقؑ رکھا۔

جب حضرت اسحٰقؑ چھ برس کے ہوئے اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر گیارہ برس تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند اور اپنی زوجہ جناب حاجرہؓ کے پاس مکہ تشریف لائے۔ یہاں آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے ہیں۔ اگلی رات کو انہوں نے پھر جب یہی خواب دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ محض خواب نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے وحی ہے۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد ایک روز جب باپ بیٹا صفا اور مروٰی کے پہاڑوں کے درمیان سے گزر رہے تھے تو باپ نے بیٹے سے خواب کا ذکر کیا اور انہیں سمجھایا کہ گویا یہ خدا کی طرف سے حکم ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے سے پوچھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب دیا، ''آپ کو جو حکم ہوا ہے، اس کو بجا لائیے، آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

شیطان کہ باپ بیٹے کی گفتگو سن رہا تھا، فوراً ایک بڈھے کے روپ میں ظاہر ہوا اور خدا کے نبیؑ کو خدا کے حکم پر عمل کرنے سے باز رکھنے کے لیے کہنے لگا ''کیوں خواہ مخواہ ایک خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے کمر بستہ ہونے لگے ہو، اس کے مستقبل پر ترس کھاؤ اور اپنے ارادے سے باز آ جاؤ''......

حضرت ابراہیمؑ نے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے۔ چنانچہ آپ ڈانٹ ڈپٹ کر کے اسے بھگانے کی کوشش کرنے لگے مگر وہ حضرت اسمٰعیلؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ''تم کیوں اپنے وہمی باپ کے کہنے میں آ کر اپنی جان سے ہاتھ دھونے پر تیار ہو گئے ہو میری مانو اور اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے بھاگ جاؤ۔''

مگر حضرت اسمٰعیلؑ نے بھی اسے دھتکار دیا تو حضرت ابراہیمؑ کنکریاں اٹھا کر

Marfat.com

شیطان کو مارنے لگے یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا۔اس واقعے کی یاد میں جانور قربان کرنے کے علاوہ شیطان کو کنکریاں مارنا (رمیٔ جمرات) بھی مناسکِ حج میں شامل ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیمؑ گھر سے جو رسی لے کر چلے تھے، حضرت اسمٰعیلؑ کو ماتھے کے بل زمین پر لٹانے کے بعد اس رسی سے آپ نے اپنے فرزند کے ہاتھ بھی باندھ دیئے اور پاؤں بھی تا کہ ذبح ہونے کے دوران میں اگر فرزند تڑپے تو ان کے جس ہاتھ میں چھری ہوگی اس میں کمزوری نہ آ جائے۔اس کے علاوہ آپ نے اپنے لباس پر سامنے کی طرف ایک کپڑا بھی باندھ لیا تا کہ ان کے لباس پر خون کے چھینٹے نہ پڑیں۔پھر اس کے بعد انہوں نے اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لی۔

اس تیاری کے بعد آپ نے اپنے فرزند کی گردن پر وہ چھری چلا دی جو اس مقصد کے لیے گھر سے ساتھ لائے تھے اور اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی۔آپ نے اپنے تئیں اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دینے کے بعد جب آنکھوں پر سے پٹی ہٹائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ اُن کے قریب زندہ سلامت اور صحیح سالم کھڑے ہیں اور ان کی جگہ ایک مینڈھا ذبح ہوا پڑا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی قربانی قبول کر لی تھی جس کی تصدیق کے لیے آیت نمبر 105 نازل ہوئی تھی اور جس کا مفہوم ہے: ''تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے، ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر دیتے ہیں۔''

یہ تو تھا اصل واقعہ اور اس کا پس منظر اور واقعہ جن آیات کے نزول کے ذریعے سے پیغمبرؐ اسلام اور ان کے اہل بیت اطہار علیہم السلام اور ان کی امت تک پہنچایا گیا، اس میں ''فدیہ'' اور ''ذبح عظیم'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس کی راہ میں اس کی خواہش کے مطابق قربانی دی جائے۔اس عظیم

Marfat.com

قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کربلا کا انتخاب کر رکھا تھا اور حضرت امام حسینؑ کی ولادت کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نومولود نواسے کو اپنے ہاتھوں پر لیا تھا اور اپنی زبان اسے چوسائی تھی تو حضرت جبرائیلؑ نے اسی وقت درِ دولت پر حاضر ہو کر سارا واقعہ نانا کو یاد دلایا تھا بلکہ بعض روایت کے مطابق ایک شیشی میں کربلا کی مٹی بھی لا کر دی تھی۔

سن ساٹھ ہجری میں 27 رجب کو یزید کی طرف سے بیعت طلب کیے جانے کے بعد امام حسینؑ بے حد بے چین اور بے قرار ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اس رات کے دوران میں آپ تین بار اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر تشریف لے گئے۔ تیسری بار آپ نانا کے مزار پر رخسار رکھ کر روتے روتے سو گئے تو آپؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نانا سے کہہ رہے ہیں ''نانا اب یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں رہی۔ آپ مجھے اب اپنے پاس بلا لیں۔'' تو جواب میں نانا حضورؐ نے فرمایا ''حسینؑ کربلا جاؤ اور اسلام کو بچانے کے لیے راہِ خدا میں جان قربان کر دو۔''

چنانچہ بچوں، اہل خانہ، عزیزوں، دوستوں اور مخدرات عصمت کا قافلہ لے کر آپ 28 رجب سن ساٹھ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوئے، مکہ پہنچنے کے بعد 8 ذی الحج تک مکہ میں قیام کیا لیکن جب امامؑ کو معلوم ہوا کہ قاتل حاجیوں کے بھیس میں مکہ پہنچ گئے ہیں تو آپ نے حج کو عمرے سے تبدیل کیا اور اپنا سفر پھر شروع کر دیا اور دو محرم الحرام سن اکسٹھ ہجری کو آپ کربلا پہنچ کر وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کی جگہ امام حسینؑ نے کربلا میں اپنے جگر گوشوں، عزیزوں اور انصار کی قربانیاں جس طرح پیش کیں، وہ انداز، حضرت ابراہیمؑ کے انداز سے بالکل مختلف تھا۔ اس لیے کہ یہ ایک عظیم واقعہ تھا۔ عظیم قربانی تھی۔ البتہ سب کو خدا کی راہ میں قربان کر دینے کے بعد جب امام حسین علیہ السلام کی گردن پر شمر نے

Marfat.com

خنجر چلایا تو اس وقت امام حسینؑ بھی زمین کربلا پر ماتھے کے بل سجدے میں تھے اور آپ کے لبوں پر جو الفاظ تھے، ان کا ترجمہ ہے: ''میں تمہاری قضا پر راضی ہوں اور تمہارے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔''

یہی ذبح عظیم کی تشریح اور توضیح تھی۔ امامؑ نے اتنی بڑی قربانی اس عظیم الشان انداز اور صبر سے پیش کی کہ فلک سے چالیس روز تک خون برستا رہا اور یوں جس مقصد کے لیے متذکرہ بالا آیات نازل ہوئی تھیں، اسے پورا کر دکھایا۔ کوئی بھی دل جس میں انسانیت کی ذرا سی بھی رمق ہے اور جو انسانی جذبات اور ان کے اثرات سے واقفیت رکھتا ہے، وہ واقعہ کربلا سے رنجیدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

علامہ محمد اقبال جنہیں حکیم الامت کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے، انہوں نے بھی واقعہ کربلا سے متعلق اپنے تاثرات اور جذبات اپنی مثنوی ''در معنیٔ حریتِ اسلامیہ وسرِ حادثۂ کربلا'' میں قلمبند کیے ہیں، اس مثنوی کے اشعار کا انتخاب قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے:

آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؑ — سروِ آزادِ زبستانِ رسولؐ
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر
بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل — دوشِ ختم مرسلین نعم الجمل
درمیانِ امت آں کیواں جناب — ہمچو حرفِ قُل ہو اللہ در کتاب
برزمینِ کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد — موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لاالہ گردیدہ است
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

OOOO

Marfat.com

متفرق مضامین

Marfat.com

Marfat.com

ابرہہ کا انجام

زیرنظر تحریر میں اشارۂ پنہاں کے طور پر نازل ہونے والی آیت کی بجائے تیسویں پارے کی پوری ایک سورۃ کو موضوع بنایا جارہا ہے۔ سورۂ فیل واضح الفاظ میں نازل ہوئی ہے۔ البتہ اس سورۃ میں مسلمانوں کے لیے ایک سبق پنہاں ہے کہ جس وقت یہ نازل ہوئی قریشِ مکہ نہ صرف غریب بے کس اور نادار مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھایا کرتے تھے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نت نئے ستم ڈھاتے رہتے تھے۔ ایسے ایسے ستم کہ جن کے ذکر سے بھی گھن آئے۔ خواہش ان کی یہ تھی کہ اسلام اپنے اسی ابتدائی دور ہی میں ریگستانِ عرب میں دفن ہوجائے۔ چنانچہ قادرِ مطلق نے ان کی ڈھارس بندھانے کے لیے یہ سورۃ نازل کی تاکہ مسلمان صبر و استقامت سے صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔ سورۃ الفیل میں ارشاد رب العزت ہو رہا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O الم تر کیف......

کعصف ماکول O

اس مکہ میں نازل ہونے والی سورۃ کا آسان اردو ترجمہ ہے:

"خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے رسولؐ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

Marfat.com

تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اس نے
اُن کی تمام تدبیریں غلط نہیں کر دیں (ضرور کر دیں) اور ان پر
جھنڈ کے جھنڈ ابابیلیں بھیجیں جو ان پر کھرنجوں کی کنکریاں پھینکتی
تھیں تو انہیں چبائے ہوئے بھس کی طرح (تباہ) کر دیا۔"

اس سورۃ کا مقصد وہ واقعہ یاد دلانا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے مکہ میں پیش آیا تھا۔

لیکن یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ اس کے ابتدائی الفاظ "(اے رسول) کیا تم نے نہیں دیکھا" رسالت مآبؐ کی اس حدیث مبارک کی تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے" کہ اس سے مراد یہ ہے کہ "اے حبیب تم تو دیکھ رہے تھے......"

بہر حال پس منظر اس واقعہ کا یہ ہے کہ یمن کے اس وقت کے عیسائی بادشاہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ سارے خطے میں اس گرجے سے زیادہ پرشکوہ اور شاندار عمارت اور کوئی نہیں ہونی چاہیے جس کی تعمیر وہ صنعا میں کروا رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ مکہ کی بجائے صنعا کو اس علاقے میں مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے اور یہی تجارت کا مرکز بنے، چنانچہ اس نے مکہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے بیت اللہ (خانہ کعبہ) کو مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اس نے ابرہہ کی قیادت میں ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دیا۔ اس لشکر میں ہاتھی سواروں کے دستے بھی شامل تھے اور پھر اپنے کمانڈر ابرہہ کو حکم دیا کہ "مکہ پر چڑھائی کر کے بیت اللہ (خانہ کعبہ) کو مسمار کر دیا جائے۔"

جب ابرہہ کا یہ لشکر مکہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا تو اس وقت خانۂ کعبہ

Marfat.com

کے متولی حضرت عبدالمطلبؓ کے اونٹ مکہ کے مضافات میں واقع ایک چراگاہ میں چارہ کھا رہے تھے۔ انہیں ابرہہ کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔

ان دنوں خانۂ کعبہ کے کنجی بردار ہونے کی حیثیت سے حضرت عبدالمطلبؓ کی اہلِ مکہ کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور سارے علاقے میں انہیں عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جب انہیں اس واقعے کا علم ہوا کہ ان کے اونٹوں کو چراگاہ میں سے ابرہہ کے لشکر میں شامل سپاہی پکڑ کر لے گئے ہیں تو وہ کوئی وقت ضائع کیے بغیر اور بلا جھجک ابرہہ کے خیمے میں جا پہنچے۔ اس سے اپنا تعارف کرایا اور نہایت دلیری سے یہ مطالبہ پیش کر دیا کہ ''تمہارے لشکری جو میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں، وہ سب کے سب میرے حوالے کیے جائیں۔''

یہ سن کر ابرہہ کو اس خیال سے بڑی حیرت ہوئی کہ خانۂ کعبہ کے متولی کو خانۂ کعبہ کی تو کوئی فکر نہیں مگر اپنے اونٹ واپس لینے کا مطالبہ پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ کہنے لگا ''تم جانتے ہو کہ میں اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے بیت اللہ کو تباہ کرنے آیا ہوں، مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اس کی تو کوئی فکر نہیں مگر صرف اور صرف اپنے اونٹ واپس مانگ رہے ہو؟''

یہ سن کر حضرت عبدالمطلبؓ نے مرعوب ہوئے بغیر جواب دیا۔ ''اونٹوں کا میں مالک ہوں، اس لیے میں انہیں دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک بیت اللہ کا تعلق ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کا بندوبست کر لے گا۔''

ابرہہ جناب عبدالمطلبؓ کی دلیری اور خود اعتمادی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ''ان کے تمام اونٹ ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔'' جب حضرت عبدالمطلب اونٹ لے کر واپس پہنچے تو انہوں نے تمام اہلِ مکہ کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ ''آپ سب محفوظ مقامات پر چلے جائیں، ایک بہت بڑا لشکر مکہ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔''

Marfat.com

ادھر ابرہہ کا لشکر حملہ کرنے کے لیے آخری تیاریوں میں مصروف تھا۔ ادھر حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کی دیوار کے پاس کھڑے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر رہے تھے ''اے اللہ، میرے پاس اس شہر کے دفاع کے لیے کوئی لشکر نہیں، یہ جو تمہارا گھر ہے تم خود اس کی حفاظت کا بندوبست کر دو۔''

کچھ ہی دیر بعد ایک طرف سے ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر خانۂ کعبہ کی طرف بڑھ رہا تھا اور دوسری طرف آسمان پر ایک کالی گھٹا نظر آ رہی تھی جو بڑی تیزی کے ساتھ ابرہہ کے لشکر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لشکریوں نے دیکھا تو یہ ابابیلوں کے غول تھے جنہوں نے اپنی چونچوں اور اپنے پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں اٹھا رکھی تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پرندے ہاتھیوں پر یہ کنکریاں پھینکنے لگے۔ کچھ ہی عرصے میں ابرہہ کا سارا لشکر کھائے ہوئے بھس کی طرح تباہ و برباد ہو گیا۔

یہ سورۃ اسی تاریخی واقعے کی یاد تازہ کرنے کے لیے نازل کی گئی۔ اس کے ابتدائی الفاظ ''کیا تم نے نہیں دیکھا'' اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ حضورؐ عرشِ معلیٰ سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور یہ الفاظ آپ کی اس حدیث کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا۔

اس سورۂ مبارک میں مسلمانوں کے لیے یہ سبق پنہاں تھا کہ اگر خالقِ کائنات اپنی قدرتِ کاملہ سے ابابیلیں بھیج کر ابرہہ کے دل دہلا دینے والے لشکر کو تہس نہس کر سکتا ہے تو مکہ کے کفار پر مسلمانوں کو کیوں غلبہ عطا نہیں کر سکتا۔ اس لیے انہیں صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور کفار کے مظالم کی وجہ سے دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لے رہا ہے کہ وہ اس کے بھیجے ہوئے نبی آخرالزماںؐ پر دل و جان سے ایمان لائے ہیں یا نہیں تو انہیں اس امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزرنا چاہیے۔

OOOO

Marfat.com

شُعلے کا باپ

قرآن مجید کی 111 ویں سورت ''اللھب'' میں ارشاد ربانی ہورہا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم O

تبت یدا ابی............من مسد o

اس سورۃ کا اردو ترجمہ ہے:

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ستیاناس ہو جائے۔(آخر) نہ اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور (نہ وہ) جو اس نے کمایا۔ وہ بہت بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی جورو بھی، جو سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے اور اس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی (بندھی) ہے۔''

ابولہب رشتے میں رسالت مآب ؐ کا چچا تھا، اس کا نام ابو العزّا تھا اور یہ ابولہب یعنی شعلے کا باپ کہلوانا پسند کرتا تھا۔ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کا بدترین دشمن اور بدخواہ تھا۔ دعوتِ عشیرہ کے موقع پر اسی کا رویّہ سب سے زیادہ قابل اعتراض تھا اور اسی

Marfat.com

نے جناب ابوطالبؑ سے طنزاً کہا تھا کہ ''آپ کو اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کی اب اطاعت کرنا ہوگی۔''

اس دعوت کے بعد جب حضورؐ نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا تو یہ مکہ کے عوام اور خصوصاً بچوں کو اکسانے لگا کہ جب پیغمبرؐ اسلام کسی گلی میں سے گزریں تو انہیں (نعوذ باللہ) پتھر مارا کرو کہ یہ دیوانے ہیں۔ یہ حضورؐ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا اور اس کی جورُو اُم جمیل جو ابوسفیان کی بہن تھی، اس کا یہ معمول تھا کہ وہ سوکھی ہوئی کانٹے دار جھاڑیاں اکٹھی کر کے سر پر اٹھا کر لاتی تھی اور گلیوں میں ان کی شاخیں ریت کے نیچے دبا دیتی تھی تا کہ جب حضورؐ ان گلیوں میں سے برہنہ پا گزریں تو آپؐ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو جائیں۔

ابولہب اور اس کی جورو کی انہی حرکتوں کی وجہ سے ابولہب کو متذکرہ بالا سورۃ میں یہ بددعا دی گئی ہے کہ اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیونکہ وہ اپنے انہی ہاتھوں سے حضورؐ کو اذیت پہنچاتا تھا اور آپؐ کو پتھر مارا کرتا تھا۔ اس کی جورو سر پر سوکھی ہوئی کانٹے دار جھاڑیاں اٹھا کر حضورؐ کے راستے میں بچھانے کے لیے لاتی تھی۔ اسی لیے سورۃ میں اس سلسلے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ سر پر ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔

جنگِ بدر میں قریش کی عبرتناک شکست نے ابولہب کا سرِ پُرغرور خاک میں ملا دیا۔ شکست کے صدمے سے وہ تباہ و برباد ہو گیا اور ایک ہفتے کے بعد وہ ہلاک ہو گیا۔ ملک الموت نے اسی رسی سے جو اس کی جورو کے گلے میں پڑی رہتی تھی، اس کا گلا گھونٹ دیا۔

اللہ کے وعدے کے مطابق ابولہب دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی جورو بھی اور نہ ہی اس کا مال یا جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کام آئے گا مگر اس آیت کے عام ہونے کے باوجود اور ابولہب کا انجام دیکھ لینے کے

Marfat.com

باوجود مکہ کے قریش نہ بت پرستی سے باز آئے، نہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی سے۔
یہ سورۃ بددعا کی صورت میں، اس موقع پر نازل ہوئی جب مکہ میں رشتے میں یہ حضور کا چچا اور اس کی زوجہ دونوں حضور پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے تھے۔ اس آیت کے نزول کا مقصد اسلام دشمنوں کو متنبہ کرنا بھی تھا کہ اگر حضور پر مظالم ڈھاتے رہنے کی سزا کے طور پر ان کے چچا اور چچی کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو پھر کوئی دشمنِ اسلام خدا کے غضب سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

OOOO

Marfat.com

ہتک آمیز رعونت

قرآن مجید کی اسّی ویں سورۃ ''عبس'' کی پہلی چار آیاتِ کریمہ ہیں:

عبس وتولّٰی.......... فتنفعه الذكرٰى O

ان آیات کا آسان اردو ترجمہ ہے:

''وہ (شخص اتنی بات پر) چیں بہ جبیں ہو گیا اور منہ پھیر بیٹھا'

اس لیے کہ اُس (حضور اکرمؐ) کے پاس نابینا آ گیا۔

اور تم کو کیا معلوم شاید وہ (حضورؐ کی تعلیم سے) پاکیزگی حاصل کر لیتا'

یا نصیحت سنتا تو اس (نابینا) کے کام آتی۔''

اس سورۃ کے نازل ہونے کا پس منظر یہ ہے کہ رسالت مآبؐ ایک معروف شخص سے محوِ گفتگو تھے۔ اسی اثناء میں ایک نابینا شخص جس کا نام عبداللہ ابن اُمّی مکتوم تھا وہاں آ پہنچا۔ عبداللہ نابینا ہونے کے علاوہ مفلس و نادار بھی تھا۔ وہ جناب

Marfat.com

رسالت مآبؐ سے قرآن حکیم کے ذریعے دیئے گئے کسی سبق کی وضاحت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ حضورؐ کہ رحمتہ اللعالمین تھے، اس سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور آپؐ نے نہایت شفقت سے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور پھر اس کے سوالات کے جواب دینے لگے۔

جس شخص سے حضورؐ محو گفتگو تھے، اسے یہ بے حد ناگوار گزرا کہ ایک نابینا اور مفلس شخص آ کر حضورؐ سے اس کی گفتگو میں مُخل ہو گیا ہے۔ پیغمبرؐ اسلام کا اس شخص کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ بھی اسے ایک آنکھ نہ بھایا اور نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے ہوئے یہ اس نابینا شخص کی طرف پیٹھ موڑ کر بیٹھ گیا۔

اس کی یہ حرکت اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی ناراضگی کے اظہار کے لیے سورۂ عبس نازل فرمائی کیونکہ قرآن مجید ساری انسانیت کی رہنمائی کے لیے نازل کیا گیا تھا اور جو شخص یہ رہنمائی حاصل کرنے میں مخلص ہو، امیر ہو یا مفلس، نابینا ہو یا بینا، رتبے میں کسی سے بڑا ہو یا چھوٹا، اس کی رہنمائی کے لیے اسے دوسروں پر فوقیت اور ترجیح دینی چاہیے اور یہی رسالت مآبؐ نے اپنے حسنِ سلوک سے واضح فرمایا۔

اس سورۃ کے ذریعے معذور اور مفلوک الحال شخص کو نفرت اور حقارت سے دیکھنے کی بھی بلاواسطہ طور پر مذمت کی گئی ہے اور یہ اس موقع پر نازل کی گئی جب ایک مغرور شخص کی مذمت مقصود تھی اور پیغمبرؐ اسلام کے طرزِ عمل کی تعریف اور مدح۔

OOOO

Marfat.com

امن وسلامتی اور جدال وقتال

جنگِ بدر کے سلسلے میں نازل ہونے والی آیاتِ کریمہ

قرآن مجید کی دوسری سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ایک سونوے میں ارشاد ربانی ہورہا ہے:

وقاتلو فی..........لایحب المعتدینO

اردو ترجمہ:

”خدا کی راہ میں تم (بھی) اُن سے لڑو جو لوگ تم سے لڑیں، مگر (لڑائی میں) پہل نہ کرو (کیونکہ) خدا جارحیت کرنے والوں کہ ہرگز دوست نہیں رکھتا۔“

امن وسلامتی کے دین اسلام پر ایمان لانے والوں کے لیے جدال وقتال کرنے کے سلسلے میں نازل ہونے والی یہ پہلی آیت تھی جس میں حملہ آوروں کے خلاف خدا کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا۔ اس آیۂ مبارکہ کی شان نزول یہ تھی کہ یہ جنگ بدر سے چندروز پہلے نازل ہوئی اور اس کا پس منظر درجِ ذیل ہے:

حضور اکرمؐ کی مکہ سے ہجرت کے بعد جب اہل مدینہ نے ان کا نہایت

Marfat.com

پرتپاک خیر مقدم کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہونے لگا تو ابوجہل کی سربراہی میں قریشِ مکہ مسلمانوں کو جلد از جلد نیست و نابود کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے کیونکہ انہوں نے یہ بھانپ لیا کہ اگر مسلمانوں کی تعداد میں اسی سرعت سے اضافہ ہوتا چلا گیا تو پھر ان کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ تجارت کے لیے مکہ سے شام جانے والے قافلے مدینہ سے ہو کر گزرتے ہیں، اگر مسلمانوں کی عسکری قوت میں بھی اضافہ ہو گیا تو پھر قریشِ مکہ کے لیے مالی مشکلات بھی پیدا ہو جائیں گی کیونکہ شام سے تجارت ناممکن ہو جائے گی۔

قریشِ مکہ کو اس کا بھی ادراک تھا کہ مسلمان اپنی قوت کے بل بوتے پر ایک نہ ایک روز خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اس کی اصلی حیثیت بھی بحال کرنے کی کوشش کریں گے۔

ان تمام وجوہات کی وجہ سے قریش مکہ نے ابوجہل کی سربراہی میں ایک ہزار مسلح افراد پر مشتمل ایک طاقتور لشکر کی تیاری شروع کر دی تا کہ اسلام کو (نعوذ باللہ) جلد از جلد عرب کے ریگستان میں دفن کر دیا جائے۔

اسی اثناء میں ابوسفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر شام سے لوٹ رہا تھا۔ وہ مسلمان جو اسلام پر دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ ان کے پیشِ نظر اسلام کی بدولت مال و ثروت کا حصول تھا، ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ ابوسفیان کی متاعِ کارواں لوٹ لی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لیے منصوبہ بندی کر مگر جب پیغمبرؐ اسلام کو معلوم ہوا تو آپؐ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

''اپنے ہاتھوں کو لوٹ مار سے روکو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔''

Marfat.com

ابوسفیان کے یہودی حامیوں نے ابوسفیان کو بھی ان لالچی مسلمانوں کی نیت سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے ابوجہل سے امداد طلب کر لی۔ ابوجہل نے جو مسلمانوں کو تہس نہس کرنے کے لیے تیاریاں کر چکا تھا، فوراً ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے ہمراہ مدینہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ مگر ابوسفیان نے مدینہ سے دور رک کر ابوجہل کی امداد پہنچنے کا انتظار کرنے کی بجائے مکہ جانے والا راستہ تبدیل کر کے اپنا سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

جب رسالت مآبؐ کو ابوجہل کے لشکر کی مدینہ کی طرف پیش قدمی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں کفار کے ارادے سے آگاہ کیا اور صورتحال کے بارے میں ان کا ردِعمل جاننے کی کوشش کی، کیونکہ مدینہ اور اس کے مضافات میں بسنے والے جن یہودیوں نے حضورؐ سے امن کا معاہدہ کیا تھا، انہوں نے بھی خفیہ طور پر کفارِ مکہ کو مدد کا یقین دلا دیا تھا اور وہ بھی انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اُکسا رہے تھے۔

انہی حالات میں مندرجہ بالا آیت کے ذریعے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا اور یہی اس کی شانِ نزول تھی مگر جہاد کرنے کے لیے کسی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ رحمتؐ اللعالمین نے مسلمانوں کی مرضی اور ارادہ جاننے کی کوشش کی تو جو لوگ دنیاوی مال و ثروت کے حصول کے لیے اسلام پر ایمان لائے تھے، انہوں نے اللہ کے حکم کے خلاف مشورہ دیا اور حجت پیش کی کہ چونکہ دشمن عددی لحاظ سے اور اسلحہ کے لحاظ سے زیادہ طاقتور ہے اس لیے اس سے کسی نہ کسی طور امن کا معاہدہ کر کے جنگ کو ٹال دیا جائے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جہاد کی اہمیت اور شہادت کے رتبے کے بارے میں حضورؐ کی وضاحت کے باوجود وہ شہادت کی اہمیت سے نابلد ہی رہے۔ حالانکہ اس سے چند روز پہلے وہ شام سے لوٹنے والے

Marfat.com

ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملہ کر کے اسے لوٹ لینے پر پوری طرح آمادہ تھے مگر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ''اپنے ہاتھوں کو لوٹ مار سے روکو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔'' سرورؐ کائنات کے اسی حکم نے انہیں لوٹ مار سے روکا تھا، چنانچہ ان نام کے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید کی چوتھی سورۃ ''النساء'' کی ستترویں آیت نازل ہوئی۔ ارشاد ربانی ہو رہا ہے:

الم تر الی .... تظلمون فتیلاO

اس قدرے طویل آیت کا آسان اردو ترجمہ ہے:

''(اے رسولؐ) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (حملہ کرنے سے) روکو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ لیکن جب انہیں جنگ کا حکم دیا گیا تو دیکھو کہ ان میں سے ایک گروہ، انسانوں سے یوں ڈر رہا ہے جیسے انہیں خدا سے ڈرنا چاہئے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ ڈر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں 'اے خدا، تم نے ہمیں جنگ کا کیوں حکم دیا ہے۔ تم نے ہمیں فطری معینہ مدت تک زندہ رہنے کی مہلت کیوں نہیں دی؟'، (اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کہ اس زندگی کی مدت چند روزہ ہے اور وہ جو اپنے آپ کو بدی سے بچاتا ہے، اس کے لیے اگلا جہان بہت بہتر ہوگا اور تمہیں وہاں کھجور کی گٹھلی کے چیر پر موجود (معمولی سی اور پتلی سی) جھلی کے برابر بھی نقصان نہیں ہوگا۔''

مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو رسالتؐ مآب کی رسالت اور

Marfat.com

ان کے لائے ہوئے دین پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور وہ ان کے ابرو کے اشارے پر نہ صرف اپنی زندگی بلکہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے، نہ ان کے لیے دنیاوی جاہ وحشمت کی کوئی اہمیت تھی نہ مال وزر ہی کی کوئی وقعت تھی۔

چنانچہ ناکافی اسلحہ اور ناکافی سامانِ حرب کے ساتھ حضورؐ تین سو تیرہ افراد کا مختصر سا لشکر لے کر مدینے سے نکلے تاکہ کافروں کے لشکرِ کثیر کو مدینہ سے پرے روکا جا سکے۔ چنانچہ لشکرِ اسلام نے کفار کو بدر کے کنویں کے قریب جا لیا، مگر اتفاق سے اس وقت کفار کا لشکر پختہ اور سخت زمین پر تھا جبکہ لشکرِ اسلام کے قدم ریتلی زمین پر تھے جہاں پاؤں جما کر شمشیر زنی ایک دشوار کام تھا۔ تاہم حضورؐ اکرم نے حضرت علیؑ کو جن کی عمر اس وقت بائیس برس تھی، علم عطا کیا اور لشکر کا علمبردار مقرر فرمایا۔

اس مرحلے پر پھر ارشادِ خداوندی ہوا اور آٹھویں سورۃ ''انفال'' کی آیت نمبر پندرہ کے ذریعے حکم نازل ہوا:

یاایھا الذین.......... تولوھم الادبارO

اردو ترجمہ:

''اے ایمان والو، جب میدانِ جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (خبردار) ان کی طرف سے پیٹھ مت پھیرنا۔''

گویا مسلمانوں کے لیے یہ لازم قرار دے دیا گیا کہ وہ کرّار ہوں اور غیر فرّار ہوں، یہی نہیں اس سے اگلی آیت میں میدانِ جنگ سے بھاگ جانے والوں کے لیے سزا بھی معین کر دی گئی اور اس کا اعلان بھی کر دیا گیا۔

آیت نمبر سولہ میں ارشادِ خداوندی ہوا:

ومن یو لھم......... وبئس المصیرO

Marfat.com

اس آیت کا مفہوم ہے:۔

''(اور یاد رہے) اس شخص کے سوا جو کسی جنگی تدبیر کی وجہ سے ایسا کرے اس دن جو بھی شخص ان کفار کی طرف سے پیٹھ پھیرے گا، تو وہ یقیناً (کسی نہ کسی طور) خدا کے غضب کا مستحق ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور وہ کیا برا ٹھکانہ ہے۔''

شام تک بدر کے مقام پر لشکرِ اسلام، کفار کی فوج کے سامنے صف آرا ہو گیا۔ مگر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے انہوں نے صبح کا انتظار شروع کر دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ رات کو زوردار بارش ہوئی جس کی وجہ سے وہ زمین جس پر دشمنانِ اسلام کا لشکر صف آرا تھا، دلدل کی صورت اختیار کر گیا اور مسلمان مجاہدین کے قدموں کے نیچے ریتلی زمین گیلی ہو کر ایسی پختہ ہوگئی کہ ان کے لیے پاؤں جما کر شمشیر زنی کرنا آسان ہو گیا۔ اس صورتحال کا ذکر آٹھویں سورۃ ''انفال'' کی گیارہویں آیت میں موجود ہے۔ ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

اذ یغشیکم .... به الاقدامO

اردو ترجمہ:

''یہ وہ وقت تھا جب (خدا) اپنی طرف سے اطمینان دینے کے لیے تم پر نیند غالب کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس سے تمہیں پاک و پاکیزہ کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دفع کر دے اور تمہارے دل مضبوط کر دے اور پانی سے (ریت) جم جائے اور تمہارے قدم جمے رہیں۔''

Marfat.com

اگلے روز یعنی سن دو ہجری' سترہ رمضان کو صبح ہوئی تو مختصر سا لشکرِ اسلام کفار کی کثیر فوج کے سامنے صف آرا تھا۔ مسلمانوں نے حکم خداوندی کی پاسداری کی اور جنگ کی ابتداء کرنے سے اجتناب کرتے چلے گئے۔ چنانچہ کفار مکہ میں سے تین افراد جو دنیا کی نظروں میں اور اپنے تئیں بے حد بہادر، طاقتور اور جنگجو تھے، فوج میں سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آ کر' نیاموں سے تلواریں نکال کر' اور اپنے سینے تان کر کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں کو للکار کر کہا "اگر کسی میں ہمت ہے تو ہمارے مقابلے کے لیے نکلے۔" کمزور ایمان اور کمزور دل کے مسلمان، پیغمبرِ اسلامؐ کی طرف دیکھنے لگے کہ اب وہ کس کس کو ان کے مقابلے کے لیے میدان میں جانے کا حکم دیتے ہیں۔ اُدھر رحمتؐ اللعالمین دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ اس لمحے کا ذکر قرآن حکیم کی آٹھویں سورۃ "انفال" کی نویں آیت میں' درجِ ذیل الفاظ میں ہوا ہے:

اذ تستیغثون.......... الملٰٓئِکۃ مردفین O

اردو ترجمہ:

"(یہ وہ وقت تھا) جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے
تھے تو اس نے تمہاری سن لی اور جواب دیا کہ میں لگاتار ہزار
فرشتوں سے مدد کروں گا۔"

بہر حال تین کافروں کے مقابلے کے لیے تین انصار عوف بن حارث، معاذ بن حارث اور عبداللہ بن رواہا مسلمانوں کے لشکر میں سے نکل کر عتبہ بن ربیعا، اس کے بھائی شیبا اور اس کے بیٹے الولید کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔

عتبہ نے یہ کہہ کر ان کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا کہ "یہ نسلی اعتبار سے ہم سے کمتر ہیں۔ ہمارے مقابلے کے لیے کوئی ہمارا ہمسر بھیجا جائے۔"

Marfat.com

چنانچہ رسالت مآبؐ نے آواز دی ''علیؑ تم آگے بڑھو، چچا حمزہؓ آپ مقابلے کے لیے نکلیں، عبیدہ آپ بھی مقابلے کے لیے جائیں۔''

حضرت علیؑ کے مقابل میں الولید تھا، آپ نے اس سے کہا ''اسلام پر ایمان لے آؤ'' مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ''میدان چھوڑ کر چلے جاؤ اور اپنی جان بچالو'' اس کا جواب اس نے طنزیہ انداز میں دیا تو حضرت علیؑ نے کہا ''چلو پھر حملہ کرو'' تلواریں فضا میں چمکنے لگیں۔ رسالت مآبؐ حضرت علیؑ کی فتح و کامرانی کے لیے دعا فرما رہے تھے۔ ولید نے زوردار وار کیا۔ حضرت علیؑ نے اسے خالی جانے دیا اور بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے ولید کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ جہنم واصل ہو گیا۔ اس کے بعد جب حضرت علیؑ کی مدد سے جناب حمزہؓ نے اپنے مدِمقابل کو تہہ تیغ کر دیا اور پھر عبیدہ کا مدمقابل بھی مارا گیا تو کفار کا لشکر اپنے تین نامور سورماؤں سے محروم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کفار کا لشکر مسلمانوں کی قلیل فوج پر ٹوٹ پڑا اور قیامت کا رن پڑا۔

اس موقعے کی یاد دلاتے ہوئے قرآن حکیم کی آٹھویں سورۃ ''انفال'' کی بارہویں آیت میں ارشاد خداوندی ہوا ہے:

اذ یوحی ربك..........منهم كل نبان O

اردو ترجمہ:

''(اے رسولؐ) یہ وہ وقت تھا جب تمہارا پروردگار فرشتوں سے فرما رہا تھا کہ میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں، اس لیے اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں جلدی کفار کے دلوں میں خوف پیدا کر دوں گا۔ اس لیے ان کی گردنوں کے اوپر ان کو ضرب لگاؤ اور ان کی انگلیوں کی تمام پوریں کاٹ دو۔''

Marfat.com

تقریباً تمام مورخین کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ جنگ بدر میں حضرت علیؑ نے تنہا چھتیس کفار کو تہہ تیغ کیا۔ غرضیکہ اس جنگ میں جب بڑے بڑے سورماؤں سمیت بے شمار کفار مارے گئے تو باقی ماندہ قریشِ مکہ جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے مٹھی بھر مسلمانوں نے ایک ہزار کفار کو عبرتناک شکست دی، اس شکست کے بارے میں اسی سورۃ کی 13 ویں آیت میں ارشادِ رب العزت ہوا:

ذالك بانهم شآقو .... شديد العقاب O

اردو ترجمہ:

''ایسا اس لیے ہوا کہ انہوں (کافروں) نے اللہ اور اس کے پیغمبر (محمدؐ) کی مخالفت کی تھی اور جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو شدید سزا دیتا ہے۔''

چنانچہ رسالت مآبؐ اور ان پر ایمان لانے والے فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے اور اس پہلی جنگ میں صرف چودہ کلمہ گو شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔

جنگ بدر کے سلسلے ہی میں اللہ رب العزت تینتیسویں سورۃ ''الاحزاب'' کی پچیسویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے:

ورد الله الذين........... قويًا عزيزًا O

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ نے (اپنی قدرت سے) کافروں کو مدینہ سے پھیر دیا اور انہیں ان کے غصے کا کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اللہ جنگ میں ایمان والوں کے لیے کافی تھا اور خدا تو بڑا زبردست اور غالب ہے۔''

OOOO

Marfat.com

مسلم اور منافق

جنگِ اُحد کے سلسلے میں نازل ہونے والی آیاتِ کریمہ

ہر چند کہ جنگ احد کے اسباب' واقعات اور نتائج کا ذکر کتاب کے پہلے حصے میں ''اللہ اور رسولؐ کا مددگار'' اور ''ہدایت یافتہ'' کے عنوان سے تحریر کیے گئے مضامین میں کیا جا چکا ہے تاہم مسلمانوں کی تاریخ میں غزوۂ احد کی اہمیت کے پیش نظر اور اس جنگ کے سلسلے میں نازل ہونے والی آیات کو سیاق وسباق کے ساتھ اور ان کے نزول کے صحیح تناظر میں پیش کرنے کی غرض سے' اس غزوہ کے اسباب' واقعات اور نتائج کا ذکر پھر ضروری ہے تاکہ ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو پیغام امت مسلمہ تک پہنچانا چاہتا ہے اس کو اجاگر کیا جا سکے۔

قرآن حکیم کی انتیسویں سورۃ ''عنکبوت'' کی دوسری اور تیسری آیت میں ارشاد رب العزت ہے:

احسب الناس ان .... وھم لا یفتنون O

''کیا؟ لوگ کیا یہ تصور کرتے ہیں کہ ان کے یہ کہہ دینے سے کہ ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟''

Marfat.com

ولقد فتنا..........لیعلمن الکذبین O

''اور ہم نے (تو) یقیناً ان سے پہلے والوں کا امتحان بھی لیا، چنانچہ اللہ قطعی طور پر جانتا ہے کہ کون سچے ہیں اور یقیناً انہیں بھی جانتا ہے جو جھوٹے ہیں۔''

یہ آیات جنگ احد سے پہلے نازل ہوئیں اور ان کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کا حال بھی جانتا ہے اور وہ نیتوں سے بھی واقفیت رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے جنگِ بدر کے موقع پر حضورؐ سے استدعا کی کہ ''ہم کفار کے مقابلے میں بے حد کمزور ہیں، ہماری تعداد بھی محدود ہے، اسلحہ اور سامانِ حرب بھی نہ ہونے کے برابر ہے، اس لیے آپ کفار سے امن کا معاہدہ کرلیں۔'' پھر جب جہاد کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو پھر بھی وہ خدا کی راہ میں جنگ کرنے سے کتراتے رہے، حالانکہ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے لوٹ رہا تھا، تو وہ اسے لوٹ لینے پر آمادہ تھے اور انہیں اپنے ہاتھوں کو لوٹ مار سے روکنے کے لیے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ایک آیت کے ذریعے حکم دیا گیا تھا اور پھر جب حملہ آور ہونے والوں سے خدا کی راہ میں قتال کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ آدمیوں سے اس قدر ڈر رہے تھے جتنا خدا سے ڈرنا چاہیئے۔

چنانچہ جنگِ بدر کے بعد مندرجہ بالا آیات کے نزول سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگاہ فرما رہا تھا کہ ''مجھے اس پر یقین نہیں کہ تم دل سے ایمان لائے ہو یا محض دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ میں تمہارا امتحان ضرور لوں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم میں سے سچے مسلمان کون ہیں اور منافق کون ہیں۔'' گزشتہ حالات اور مسلمان ہونے کے دعویٰ کرنے والوں کی کیفیات ہی مندرجہ بالا ہر

Marfat.com

دو آیات کے نزول کے پس منظر پر روشنی ڈال رہی ہیں۔

بدر کے مقام پر کفار کی عبرتناک شکست کے بعد وہ سمیع وبصیر مکہ میں رونما ہونے والے منظر کو بھی دیکھ رہا تھا۔ ابو سفیان ہزار اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ لے کر واپس مکہ پہنچا تھا۔ چونکہ اس بار اسے توقع سے زیادہ منافع ہوا تھا اس لیے وہ اور اس کے حصہ دار بے حد خوش تھے۔ شہر میں جشن کا سا سماں تھا۔ اتنے میں ایک تیز رفتار گھوڑا آ کر رکا۔ اس پر سوار شخص نے آتے ہی جنگِ بدر میں مارے جانے والے نامور قریش اور ان کے دیگر ساتھیوں کی ہلاکت کی خبر باآوازِ بلند سنانا شروع کر دی۔ ابتدا میں تو جشن منانے والے حیرت سے افسردہ اور خاموش ہوتے چلے گئے لیکن جب تک یہ فہرست ختم ہوئی وہ سب مکمل طور پر مغموم، رنجیدہ اور افسردہ ہو چکے تھے۔

ابوجہل، شیبا اور ولید کے نام جنگِ بدر میں مارے جانے والے ستر قریش میں سرفہرست تھے اور وہ جن مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے ان میں حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ کا نام بار بار لیا جا رہا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد شکست خوردہ لشکرِ قریش کے زندہ بچ جانے والے افراد بھی مکہ پہنچ گئے، وہ بھی ماہرانہ تیغ زنی کے سلسلے میں حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ ہی کی شجاعت کا تذکرہ کرنے لگے۔

ابوجہل کی موت کے بعد قریش کی قیادت ابوسفیان بن امیّہ کے پاس آ گئی۔ چنانچہ اس نے ہر قبیلے کے سرکردہ افراد کا اجلاس بلایا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ تجارت سے ہونے والا تمام منافع مسلمانوں سے جنگِ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے ایک کثیر لشکر کی تیاری اور اسلحہ اور دیگر ساز وسامان کی خریداری پر صرف کیا جائے گا۔ چنانچہ سات سو زرہ بکتر، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ خریدے گئے اور مجموعی طور پر تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر کی تیاری شروع کر دی گئی۔ اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ قریش کی فوج کی حوصلہ افزائی اور اس کی فتح وکامرانی کے شگون کے طور پر

Marfat.com

پوجے جانے والے بُت ھُبل کو بھی ایک گھوڑے پر رکھ کر لشکر کے ہمراہ مسلمانوں پر چڑھائی کے لیے ساتھ لے جایا جائے گا۔

پیغمبرؐ اسلام کے چچا حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کو جب ان تفصیلات سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے ایک قاصد کو ایک تیز رفتار گھوڑے کے ذریعے حضورؐ کو حالات سے آگاہ کرنے کے لیے اور آنے والے خطرات سے نمٹنے کے سلسلے میں تیاری کرنے کا مشورہ دے کر، خفیہ طور پر روانہ کر دیا۔

قریشِ مکہ کا تین ہزار افراد، دو سو گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل لشکر تلواریں، نیزے، تیر اور دیگر سامانِ حرب سے لیس ہو کر مدینہ کے قریب واقع احد کے جنگل کے پاس پہنچ کر خیمہ زن ہو گیا۔ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپؐ نے سب مسلمانوں کو جمع کیا اور انہیں صورت حالات سے آگاہ کرنے کے بعد ان کی رائے پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اس مرتبہ پھر مختلف گروہوں کی رائے مختلف تھی۔ ضعیف العقیدہ اور بزدل مسلمان جنگ سے ہر حال میں بچنے پر مُصر تھے۔ ایک گروہ نے یہ تجویز پیش کی کہ لشکرِ قریش کو کسی طرح مدینہ کے اندر داخل ہونے پر مجبور کیا جائے اور پھر مدینہ کی گلیوں میں ان سے جنگ کی جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر پختہ ایمان رکھنے والے مومن بے تابی سے حضور اکرمؐ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ جنگِ بدر کے موقع پر نازل ہونے والی آیات پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ تھے۔

اس منظر کی تصویر کشی قرآن حکیم کی تیسری سورۃ آلِ عمران کی آیات نمبر ایک سو تہتر، چوہتر، اور پچھتّر میں درج الفاظ کے ذریعے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آیت نمبر ایک سو تہتر میں ارشاد فرما رہا ہے:

(173) الذین قال لھم .... ونعم الوکیل O

"یہ وہ ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے (آکر) کہا کہ

Marfat.com

(دشمن) لوگوں نے تمہارے خلاف (بڑا لشکر) جمع کیا ہے، پس
ان سے ڈرتے رہو (تو بجائے خوفزدہ ہونے کے) ان کا ایمان
اور پختہ ہو گیا اور کہنے لگے، ہمارے واسطے اللہ کافی ہے اور وہ کیا
اچھا کارساز ہے۔"

جنگِ بدر میں ایسے اہلِ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے اگلی آیت میں ارشاد ہوا:

(174)فانقلبوا بنعمته ...... ذو فضل عظیم O

"چنانچہ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل سے (اپنے
گھر) واپس آئے اور انہیں کوئی بھی برائی چھو کر نہیں گئی اور وہ خدا
کی خوشنودی کے پابند رہے اور خدا بڑا فضل کرنے والا ہے۔"

پھر آیت نمبر ایک سو پچھتّر میں ارشادِ ربانی ہوا:

(175)انما ذالکم .... کنتم مومنین O

"یہ بس شیطان (ہی) ہے جو تمہیں اور اپنے دوستوں کو
حضورؐ کی حمایت کرنے سے ڈراتا ہے۔ پس تم ان (دشمنوں)
سے نہ ڈرو، اگر سچے مومن ہو تو صرف مجھ (اللہ) ہی سے ڈرتے
رہو۔"

اس موقع پر حضورؐ کی رسالت کی گواہی دینے والے اور انؐ کے وزیر حضرت علیؑ جو کتاب کی تعلیم لے کر دنیا میں آئے تھے، انہوں نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "اے لوگو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرما چکا ہے کہ زندگی اور موت کا اختیار

Marfat.com

صرف اور صرف اُسی ذاتِ اقدس کے پاس ہے اور یاد رکھو جو موت سے بھاگتا ہے، وہ حقیقت میں موت ہی کی طرف بھاگتا ہے۔"

حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق تیسری سورۃ آل عمران کی ایک سو پینتالیسویں آیت کے ذریعے فرمادی، ارشاد رب العزت ہوا:

(145)وما کان لنفس ...... وسنجزی الشکرین O

اردو ترجمہ:

"اور بغیر خدا کے حکم کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔ وقتِ معین پر ہر ایک کی موت لکھی ہوئی ہے اور جو شخص (اپنے کیے کا) بدلہ اس دنیا میں چاہے تو ہم اس دنیا میں دے دیتے ہیں اور جو شخص آخرت میں بدلہ چاہے تو ہم اسے آخرت میں دے دیتے ہیں اور (نعمتِ ایمان کا) شکر کرنے والوں کو ہم بہت جلد جزائے خیر دیں گے۔"

ادھر تمام کفار ابوسفیان کی حمایت کر رہے تھے مگر مسلمانوں کے اجتماع میں (اِلا ماشاء اللہ) ہر ایک کو دوسرے سے اختلاف تھا۔ ضعیف الاعتقاد اور بزدل سب سے زیادہ بلند آواز سے بول رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کی بات مان لی جائے اور کسی نہ کسی طور جنگ سے پہلوتہی کر لی جائے۔ اس منافقت اور نااتفاقی سے بیزار ہو کر حضورؐ اجتماع سے نکلے اور اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے اور ان کی عدم موجودگی میں بزدل، منافق اور ضعیف الاعتقاد لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

جب حضورؐ تھوڑی دیر کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو آپؐ نے زرہ بکتر زیب تن کر رکھی تھی جس سے یہ واضح ہو رہا تھا کہ آپؐ جنگ کے لیے پوری طرح تیار

Marfat.com

ہو کر گھر سے باہر تشریف لائے ہیں۔ آپؐ نے آتے ہی اعلان فرمایا: ''ہم خدا کی راہ میں جنگ کریں گے اور مدینہ سے باہر نکل کر کریں گے۔''

چنانچہ لشکرِ اسلام حضورؐ کی سربراہی میں اُحد کی جانب روانہ ہو گیا۔ شیخین کے مقام پر لشکر پہنچا تو رات ہو گئی۔ چنانچہ شب بسری کے لیے یہاں خیمے لگا دیئے گئے۔ اگلی صبح کو لشکر پھر اُحد کی جانب رواں دواں ہوا تو ایک منافق عبداللہ ابن اُبی اپنے دو سو گھوڑوں پر سوار ساتھیوں سمیت رک کر کہنے لگا۔

''چونکہ کفار کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں ہماری جنگی حکمتِ عملی سے اتفاق نہیں کیا گیا اس لیے جنگ جیتنے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ میں اور میرے دو سو ساتھی واپس مدینہ جا رہے ہیں۔''

اس کے فوراً بعد وہ اور اس کے ساتھی لشکر سے الگ ہو کر واپس پلٹ گئے۔ تاہم حضورؐ اکرم نے سات سو مسلمانوں کے ساتھ اُحد کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔

اُحد تک پہنچنے سے پہلے بنی حارثہ اور بنی سلامہ قبائل سے تعلق رکھنے والوں نے بھی پیغمبرؐ اسلام کے لشکر سے الگ ہو جانے کی نیت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطفِ خاص سے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اس کی تصدیق تیسری سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر ایک سو اکیس اور آیت نمبر ایک سو بائیس میں درجِ ذیل الفاظ میں کی گئی۔ آیت نمبر ایک سو اکیس میں ارشادِ ربانی ہوا:

(121) واذ غدوت .... سمیع علیم O

اردو ترجمہ:

''اور (اے رسولؐ) ایک وقت وہ بھی تھا جب تم علی الصبح اہلِ خاندان کو چھوڑ کر چل پڑے تا کہ تم اہلِ ایمان کو ان کے مورچوں پر تعینات کر سکو، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

Marfat.com

اس سے اگلی آیت میں ارشادِ ربانی ہوا:

(122)اذ ھمت طآیفتٰن ...... فلیتو کلِّ المومنونO

اردو ترجمہ:

''یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تم میں سے دو گروہوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ وہ پیچھے کھسک جائیں اور پھر (وہ سنبھل گئے) کیونکہ اللہ ہی ان دونوں کا سرپرست تھا۔ ایمان والوں کو صرف اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔''

جنگی حکمت عملی کے طور پر پیغمبرؐ اسلام نے اپنے لشکر کے دستوں کو میدانِ جنگ میں اس طرح تعینات کیا کہ احد کا پہاڑ اُن کی پشت پر رہے تا کہ پچھلی طرف سے دشمن کے حملے کا کوئی امکان نہ ہو اور لشکر کی پشت محفوظ رہے۔ تاہم میمنہ کی جانب چالیس فٹ بلند اور تقریباً پانچ سو فٹ طویل ایک گھاٹی تھی اور خطرہ تھا کہ دشمن کہیں اس جانب سے حملہ آور نہ ہو، چنانچہ میمنہ کو محفوظ بنانے کے لیے حضورؐ نے ایک جنگی حکمتِ عملی کے طور پر اس گھاٹی پر پچاس تیر اندازوں کو تعینات فرمادیا اور عبداللہ بن جبیر کو ان کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ تیر اندازوں کے اس دستے کے لیے پیغمبرؐ اسلام کے احکامات یہ تھے کہ ''لشکر کی پشت کی پوری طرح حفاظت کی جائے۔ اگر گھوڑوں پر سوار دشمن کی فوج کا دستہ اس طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو ان پر تیروں کی بارش کر دی جائے۔ کسی صورتِ حالات میں بھی اس گھاٹی کو خالی نہ چھوڑا جائے۔ اگر تم لوگ ہمیں مغلوب ہوتے دیکھو تو یہ جگہ چھوڑ کر ہماری مدد کو بھی مت آؤ اور اگر ہمیں دشمن پر حاوی ہوتے دیکھو تو جب بھی ہماری طرف مت آنا۔''

Marfat.com

بہر حال سات شوال سن تین ہجری کی صبح کو لشکرِ اسلام قریش کے مقابلے کے لیے صف آرا ہو چکا تھا۔ ادھر ابوسفیان نے اپنے لشکر کو مسلمانوں کے بالکل سامنے صف آرا کر دیا۔ گھوڑے پر سوار دستوں کو میمنہ اور میسرہ پر تعینات کیا اور پیدل فوج کو قلب لشکر میں یعنی درمیان میں تعینات کیا۔ خالد بن ولید کے ذمہ اپنے میسرہ کی کمان تھی اور عکرمہ بن ابوجہل کے ذمے میمنہ کی اور عمرو بن عاص کو ان دونوں کے درمیان رابطے کے لیے تعینات کیا۔ اس کے علاوہ حملے کی ابتدا کے لیے ایک سو تیر اندازوں کو قلب لشکر کی پہلی صف میں تعینات کر دیا۔

لشکرِ اسلام نے نعرہ لگایا ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا محافظ ہے۔''

اس کے جواب میں قریش نے ھُبل کا نعرہ لگایا جس بت کو وہ گھوڑے پر رکھ کر میدان میں لے آئے تھے اس کا نام ھُبل تھا۔

بہر حال حملے کی ابتدا لشکر کے قلب میں موجود تیر اندازوں کے اس دستے نے کی جو پہلی صف میں لشکرِ اسلام کے سامنے صف آرا تھا۔ اس کے جواب میں لشکرِ اسلام کی طرف سے بھی تیر پھینکے گئے۔ تیروں کے سائے میں میمنہ کی طرف سے خالد بن ولید کے دستے نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر جواب میں سامنے سے آتے ہوئے تیروں کے پیش نظر اس کا دستہ پیچھے ہٹ گیا۔

اس کے بعد ابوسفیان کے لشکر کا پرچم بردار طلحہ بن عثمان میدان میں آیا اور اس نے للکار کر کہا: ''میں طلحہ بن عثمان ہوں، کوئی ہے جو میرے مقابلے کے لیے نکلے؟''

یہ چیلنج سن کر حضرت علیؑ نے رسالت مآبؐ کی جانب اجازت کے لیے دیکھا۔ آپؐ نے سر کی جنبش سے اجازت مرحمت فرما دی تو حضرت علیؑ طلحہ کے سامنے

Marfat.com

پہنچے اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس سے کہا:

''اسلام لے آؤ۔ میں علی ابن ابی طالب تمہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔''

اس کے جواب میں طلحہ نے صرف رعونت اور نخوت کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اس سے کہا:

''واپس چلا جا اور اپنی جان بچالے۔''

طلحہ نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا تو حضرت نے کہا:

''چلو پھر مجھ پر حملہ کرو۔''

اس نے پوری قوت سے تلوار کا وار کیا۔ حضرت علیؑ نے اس کا وار روک کر برق رفتاری سے اس پر حملہ کیا اور اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ طلحہ پرچم سمیت منہ کے بل زمین پر جا گرا۔ حضرت علیؑ نے اسے جہنم واصل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی لیکن اس عرصے میں اس کی پشت برہنہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ بعد میں ایک اور مسلمان نے اسے قتل کر دیا۔

پرچم بردار کے مارے جانے کے بعد ایک دوسرا کافر آگے بڑھا اور اس نے جلدی سے پرچم اٹھالیا۔ حضرت حمزہؓ نے اسے ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا۔

اس عرصے میں ابوسفیان خود آگے بڑھا مگر ایک مجاہدِ اسلام حنظلہ نے اس کے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں کاٹ دیں اور ابوسفیان منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ اس نے مدد کے لیے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ چند قریش جلدی سے لپکے اور انہوں نے حنظلہ کو شہید کر دیا، تاہم اس واقعہ کے بعد ابوسفیان کو آگے آنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ دور پیچھے کھڑا اپنے لشکر کو ہدایات دیتا رہا۔

بہت سے نامور جنگجو مارے جانے کے بعد کفار کا لشکر مل کر مسلمانوں پر حملہ

Marfat.com

آور ہوا اور گھمسان کا رن پڑا۔ جو بھی لشکرِ کفار کا پرچم اٹھاتا حضرت علیؑ اسے جہنم واصل کر دیتے۔ یکے بعد دیگرے نو پرچم بردار مارے گئے۔

اس کے بعد جب مارے خوف کے کفار کا پرچم اٹھانے کے لیے حضرت علیؑ کے سامنے آنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی تو قریش کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے پسپائی اختیار کر لی۔ ھبل کا بت منہ کے بل زمین پر آ پڑا اور ابوسفیان نے مکہ کا رخ کر کے اپنے گھوڑے کو مہمیز دی۔ جنگی نغمے گانے والی عورتوں نے بین شروع کر دیئے اور وہ بھاگ کھڑی ہوئیں۔ البتہ عذب کی اہلیہ عمارہ حیران کھڑی دیکھتی رہی۔

دشمن کو بھاگتے دیکھ کر لالچی مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ انہیں دیکھ کر عنین کی گھاٹی پر متعین بہت سے تیر انداز بھی اپنی پوزیشنیں چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کے لیے پہنچ گئے اور یوں وہ رسولِ خداؐ کی اطاعت سے روگردانی کے مرتکب ہوئے۔

خالد بن ولید اور عکرمہ کے گھوڑوں پر سوار تیر انداز موقع کی تاک میں تھے۔ چنانچہ گھاٹی کو تقریباً خالی پا کر انہوں نے اس طرف سے چڑھائی شروع کر دی کہ یہاں اب عبداللہ کے علاوہ صرف نو جانثار موجود رہ گئے تھے جو نہایت جانفشانی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور بے جگری سے کفار کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ان دونوں طرح کے مسلمانوں کے بارے میں جو اس موقع پر حکم عدولی کر رہے تھے اور جو آخرت کے طلبگار تھے، ان کے بارے میں قرآن حکیم کی تیسری سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ایک سو باون میں ارشاد ربانی ہوا:

(152) ولقد صدقکم اللہ.... علی المومنین O

اردو ترجمہ:

"اور بے شک خدا نے (جنگ احد میں بھی) اپنا (فتح کا) وعدہ سچا کر دکھایا، جب تم اس کے حکم سے (پہلے ہی حملے میں ان

Marfat.com

کفار) کو خوب قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تمہاری پسند کی چیز (فتح) تمہیں دکھائی دی، اس کے بعد تم نے مال غنیمت (دیکھ کر) بزدلی کا مظاہرہ کیا اور حکمِ رسولؐ (سے مورچے پر جمے رہنے) کے بارے میں باہم جھگڑا کیا اور (رسولؐ کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ تو طالبِ دنیا ہیں کہ مال غنیمت کی طرف بھاگ پڑے اور کچھ طالبِ آخرت (کہ رسولؐ پر اپنی جان فدا کر دی) پھر (بزدلی نے) تمہیں ان کفار کی طرف سے پھیر دیا (اور تم بھاگ کھڑے ہوئے) اس سے خدا کو تمہارا (ایمان، اخلاص) آزمانا منظور تھا اور (اس پر بھی) خدا نے تم سے درگزر کی اور خدا مومنین پر بڑا افضل کرنے والا ہے۔"

تاہم جب میمنہ اور میسرہ کی جانب سے خالد بن ولید اور عکرمہ کے تیر اندازوں نے حملہ کیا تو کمزور ایمان والے، مال غنیمت لوٹنے میں مصروف مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی، ہر کوئی ثابت قدم نہ رہ سکا، کمان اور کنٹرول کا قائم کیا ہوا رسالت مآبؐ کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ ہر چند کہ خدا حکم نازل کر چکا تھا کہ جب کافروں سے خدا کی راہ میں جنگ کرو تو پیٹھ نہ پھیرنا، تاہم حضورؐ کی اطاعت سے منحرف ہو جانے والے میدان جنگ سے بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے بعض جان بچانے کے لیے حضورؐ کے نام لے لے کر پکارنے کے باوجود احد کے پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اس منظر کی تصویر کشی قرآن حکیم کی تیسری سورۃ کی ایک سو ترپنویں آیت میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

اذ تصعدون ولا تلون...... خبیرٌ بما تعملونO

Marfat.com

اردو ترجمہ:

”(مسلمانو تم اس وقت کو یاد کرو اور شرم کرو) جب تم (مارے خوف کے) بھاگتے ہوئے پہاڑ پر چڑھتے چلے جاتے تھے اور باوجود یکہ رسولؐ تمہارے پیچھے (کھڑے) تم کو بلا رہے تھے مگر تم (جان کے خوف سے) کسی کو مڑ کے بھی نہ دیکھتے تھے۔ پس (چونکہ) تم نے رسولؐ کو آزردہ کیا، خدا نے بھی تم کو (اس) رنج کی سزا میں (شکست کا) رنج دیا تاکہ جب کبھی تمہاری کوئی چیز ہاتھ سے جاتی رہے یا کوئی مصیبت پڑے تو تم رنج نہ کرو (اور صبر کرنا سیکھو) اور جو کچھ تم کرتے ہو، خدا اس سے باخبر ہے۔“

بہر حال مالِ غنیمت کے بھوکے اور ضعیف العقیدہ مسلمان اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی پرواہ کیے بغیر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے تاہم عنین کی گھاٹی پر مامور عبداللہ بن جبیرؓ اور اس کے نو ساتھیوں نے خالد بن ولید اور عکرمہ کے تیر اندازوں کا آخری دم تک مقابلہ کیا۔ آخر کار عکرمہ نے عبداللہ بن جبیرؓ کو شہید کر دیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ دونوں میدانِ جنگ پر چھا گئے۔ ادھر عمارہ جو جنگی نغمے گانے والیوں کے میدان سے بھاگ جانے کے بعد وہیں موجود تھی، اس نے جلدی سے زمین پر سے کفار کا پرچم اٹھا کر فضا میں بلند کر دیا اور اسے فضا میں لہرانے لگی، اسے دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفار کی فوج واپس پلٹ آئی۔

اب سامنے سے خالد بن ولید کے دستے مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور پچھلی جانب سے ابوسفیان کے فوجی دستے۔ ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ حضرت حمزہؓ سمیت بہت سے مجاہدینِ اسلام شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے، البتہ کچھ اور ضعیف

Marfat.com

العقیدہ مسلمان اور دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے اسلام پر ایمان لانے والے میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ حالانکہ جنگِ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ واضح طور پر تلقین کر چکا تھا کہ جب میدانِ جنگ میں خدا کی راہ میں جہاد کرو تو کافروں کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا اور میدانِ جنگ سے فرار نہ ہونا۔

اس موقع پر تیس مجاہدینِ اسلام نے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے، حضورؐ کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے ان کے گرد ایک حصار بنا لیا اور ان کا دفاع کرتے رہے۔ تاہم ایک وقت ایسا بھی آیا کہ چند کفار لڑتے لڑتے حضورؐ کے کچھ قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے عبداللہ بن شہاب نے ایک پتھر اٹھا کر حضورؐ کی پیشانی پر مارا، حضورؐ زخمی ہو گئے۔ پھر عتیبہ بن ابی وقاص نے بھی حضورؐ کے چہرہ مبارک پر ایک پتھر مارا جو آپؐ کے سامنے والے دو دانتوں پر لگا اور دونوں دانت شہید ہو گئے۔ اس موقع پر حضورؐ کی کنیز ام ایمن حضورؐ کے زخم صاف کرنے اور مرہم پٹی کرنے کے لیے میدان جنگ میں آ گئیں مگر ایک شقی القلب نے تیر مار کر انہیں ہلاک کر دیا۔ اس پر حضورؐ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے اپنے ایک پیروکار سعد کو تیر دیا اور اسے حکم دیا کہ ''اس شخص کو تیر کا نشانہ بناؤ۔'' اس حکم کی تعمیل میں سعد نے اس ہابان نامی شخص کا نشانہ لیا اور تیر جا کر اس کی گردن پر لگا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

اس عرصے میں ایک مجاہدِ اسلام ابو دجانہ کی تیغ زنی کرتے ہوئے تلوار ٹوٹ گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا مگر اسے زمین پر پڑی ہوئی کوئی تلوار نظر نہ آئی۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تلوار کا طلبگار ہوا۔ حضورؐ نے اسے فوراً ایک تلوار عطا کر دی اور وہ پھر جنگ کرنے لگا۔

حضرت علیؓ بھی اس قدر تیغ زنی کر چکے تھے کہ ان کی بھی چند تلواریں ٹوٹ چکی تھیں۔ اب جو ان کی تلوار ٹوٹی تو وہ بھی رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

اورتلوار کے لیے فرمائش کی۔ اتفاق سے اس وقت حضورؐ کے پاس کوئی تلوار نہ تھی۔ چنانچہ حضرت جبرائیلؑ ذوالفقار لے کر یہ کہتے ہوئے نازل ہوئے:

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار لافتیٰ الا علیؑ لاسیف الاذوالفقار

اس کی تصدیق کے لیے ستاونویں سورۃ الحدید کی پچیسویں آیت میں ارشاد ربانی ہوا:

لقد ارسلنا رسلنا............ قوی عزیز O

اردو ترجمہ:

''ہم نے یقیناً اپنے پیغمبروں کو واضح اور روشن معجزے دے کر بھیجا۔ اوران کے ساتھ کتاب اور (انصاف کی) ترازو نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم ہی نے لوہا نازل کیا جس میں جنگ کے لیے بے پناہ طاقت اور لوگوں کے نفع کی بہت سی باتیں ہیں اور تا کہ خدا دکھا دے کہ مخفی رہ کر خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ بے شک خدا ہی طاقتورترین اورقوی تر ہے۔''

بہر حال جنگ جاری تھی اور حضرت علیؑ جگہ جگہ دشمنانِ اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اسی اثناء ان کی نظر سے بچ کر ابن قامیہ کسی نہ کسی طور پیغمبرؐ اسلام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے تلوار سے حضورؐ ختمی مرتب پر وار کیا۔ حضورؐ نے ذرا سا پیچھے ہٹ کر خود کو اس کی ضرب سے بچالیا مگر تلوار کی نوک خود کی ٹھوڑی کے نیچے پھنسائی ہوئی زنجیر پر جالگی اس سے حضورؐ کا جبڑا بری طرح زخمی ہو گیا اور اسی ضرب کی وجہ سے حضورؐ کے عقب میں جو گڑھا تھا، آپؐ اس میں گر گئے۔ انہیں گرتے دیکھ کر

Marfat.com

ابن قامیہ یہ سمجھا کہ (نعوذ باللہ) حضورؐ مارے گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے باآواز بلند حضورؐ کی رحلت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان سن کر اور حضورؐ کو اپنے مقام پر نہ پا کر ضعیف العقیدہ مسلمان بھی میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے سوچا کہ جن کی خاطر جنگ لڑی جا رہی ہے اگر وہی موجود نہیں رہے تو اب لڑنے کا فائدہ مگر راسخ العقیدہ مسلمانوں اور حضرت علیؑ جیسے جانثاروں نے سوچا کہ اگر (خدانخواستہ) حضورؐ ہی زندہ نہ رہے تو پھر ہمارے زندہ رہنے کا فائدہ، چنانچہ ان کی تیغ زنی میں شدت آ گئی۔ تاہم حضرت علیؑ جلدی سے اس مقام پر پہنچے جہاں کچھ دیر پہلے حضورؐ کو کھڑے دیکھا تھا اور پھر حضورؐ کو گڑھے میں گرے ہوئے دیکھ کر آپؐ کو جلدی سے وہاں سے باہر نکالا اور اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اعلان کیا کہ ''رسالت مآبؐ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں، واپس آ ؤ۔'' تاہم جو لوگ میدان سے فرار ہو چکے تھے، انہوں نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

اس صورتحال کے بارے میں تیسری سورۃ آل عمران کی ایک سو چوالیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا تبصرہ موجود ہے، ارشاد ربانی ہوا:

وما محمد الا رسول.......... اللہ الشکرینO

اردو ترجمہ:

''اور محمدؐ تو بس خدا کے پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں، اس لیے اگر ان کا انتقال ہو جاتا ہے یا انہیں قتل کر دیا جاتا ہے تو کیا تم سر پر پاؤں رکھ کر (میدان جنگ سے) بھاگ کھڑے ہو گے اور جو میدان سے فرار ہو جاتا ہے۔ (اس کے فرار ہو جانے سے) اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے شکرگزار بندوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا۔''

Marfat.com

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حقیقت سے بھی آگاہ فرمایا کہ اس سے پہلے آنے والے پیغمبروں نے بڑے بڑے لشکروں کے خلاف جنگیں لڑیں، تاہم اللہ کی راہ میں مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے کبھی ہمت نہیں ہاری اور نہ ہی انہوں نے دشمنوں کے سامنے کمتری کا مظاہرہ کیا، وہ صرف خدا سے مدد طلب کرتے رہے اور انہیں کافی نعمتوں سے نوازا گیا، اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے اسی سورۃ کی ایک سو چھالیسویں آیت میں ارشاد ہوا:

وکاین من نبی........... یحب الصّٰبرینO

اردو ترجمہ:

"اور (مسلمانو! کچھ تم پر نہیں) ایسے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں جن کے ساتھ بہتیرے اللہ والوں نے (راہ خدا میں) جہاد کیا اور پھر ان پر خدا کی راہ میں جو مصیبتیں پڑی ہیں تو انہوں نے ہمت ہاری نہ بودا پن کیا اور نہ (دشمن کے سامنے) گڑگڑانے لگے اور خدا ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

تاہم میدانِ جنگ سے فرار ہو جانے والوں میں سے بعض مدینہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، کچھ پہاڑ احد کے بہت اوپر چڑھ گئے اور جو لوگ بہت تیزی سے بھاگ رہے تھے، وہ جلد ہی بہت دور نکل گئے لیکن جو ثابت قدم رہے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے رہے، وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق ٹھہرے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سورہ آل عمران کی ایک سو چونویں آیت میں ارشاد خداوندی ہے:

ثم انزل .... بذات الصدورO

Marfat.com

اس طویل آیت کا اردو ترجمہ ہے:

''پھر خدا نے اس رنج کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری کی، تم میں سے ایک گروہ جن کو اس وقت بھی جان کے لالے پڑے تھے، خدا کے ساتھ (خواہ مخواہ) زمانہ جاہلیت ایسی بدگمانیاں کرنے لگا (اور وہ) کہنے لگے، بھلا کیا امر (حکم) کچھ بھی ہمارے اختیار میں ہے۔ (اے رسولؐ) کہہ دو ہر امر کا اختیار خدا ہی کو ہے۔ (یہ زبان سے تو کہتے نہیں ہیں مگر) یہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ (اب سنو) کہتے ہیں کہ اگر اس امر میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے ہی نہ جاتے۔ (اے رسولؐ ان سے) کہہ دو تم اپنے گھروں میں بھی رہتے تو جن کی تقدیر میں لڑ کے مرجانا لکھا تھا، وہ اپنے گھروں سے نکل نکل کر اپنے مرنے کی جگہ پر ضرور آ جاتے۔ (اور یہ اس واسطے کیا گیا) تا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے، خدا اس کا امتحان کرے تا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اسے صاف کر دے اور خدا دلوں کا راز خوب جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بزدلوں اور منافقوں سے یہ بھی کہنا چاہ رہا تھا کہ اگر تم ایماندار ہوتے، ثابت قدم رہتے تو وہ یقیناً تمہاری اسی طرح مدد کرتا جس طرح اس نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ مدد صرف اسی لیے روک لی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ کون اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا وفادار ہے اور کون بزدل، ضعیف الاعتقاد۔

Marfat.com

بلکہ منافق ہے۔اس کی وضاحت کے لیے سورۂ آل عمران (تیسرا پارہ) کی ایک سو تیئیسویں آیت سے لے کر ایک سو ستائیسویں آیت میں ارشاد ربانی ہوا:

ولقد نصر کم .... لعلکم تشکرونO

اردو ترجمہ

''یقیناً خدا نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی باوجودیکہ تم (دشمن کے مقابلے میں) بالکل بے حقیقت تھے۔ (پھر بھی خدا نے فتح عطا کی) پس تم خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اس کے) شکر گزار بنو۔''

اذ تقول للمومنین...... الملٰٓئکة منزلین O

اردو ترجمہ:

''(اے رسولؐ) اس وقت تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے (یہ) کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے آسمان سے بھیج کر تمہاری مدد کرے؟''

بلٰٓی ان تصبروا............ الملٰٓئکة مسومینO

اردو ترجمہ:

''ہاں (ضرور کافی ہے) بلکہ اگر تم صبر کرو اور متقی بن جاؤ اور کفار (اپنے جوش میں) تم پر چڑھ بھی آئیں تو تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو نشانِ جنگ لگائے ہوئے ڈٹے ہوئے ہوں گے۔''

Marfat.com

وما جعله الله .... العزیز الحکیم O

اردو ترجمہ:

"اور خدا نے یہ امداد صرف تمہاری خوشی کے لیے کی ہے اور تا کہ اس سے تمہارے دل کو ڈھارس ہو اور (یہ تو ظاہر ہے کہ) مدد جب ہوتی ہے تو خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

لیقطع طرفا من .... فینقلبوا خآیبین O

اردو ترجمہ:

"(اور یہ مدد کی بھی تو) اس لیے کہ کافروں کے ایک گروہ کو کم کر دے یا ایسا چوپٹ کر دے کہ (اپنا سا منہ لے کر) نامراد اپنے گھر واپس چلے جائیں۔"

تاہم گڑھے میں گر جانے والے واقعہ کے بعد حضرت علیؑ، حضورؐ کے مسلسل دفاع کے لیے ان کے قریب قریب رہ کر لڑتے رہے۔ جونہی چند کفار ان کی طرف بڑھتے حضورؐ، حضرت علیؑ کو آواز دے دیتے اور حضرت علیؑ اس گروہ پر بجلی بن کر جا گرتے۔ پھر گھوڑوں پر سوار کافروں کی فوج کا ایک دستہ حضورؐ کی جانب بڑھا۔ آپؐ نے پھر حضرت علیؑ کو آواز دی۔ حضرت علیؑ نے ان میں سے کئی کو بھی زخمی کر دیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔

یہ صورتحال دیکھ کر ابوسفیان نے اپنے لشکریوں کو جمع کیا اور کہا کہ "اب

Marfat.com

منصوبہ بندی کرو۔'' چونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ جب تک حضرت علیؑ موجود ہیں، پیغمبرؐ اسلام کو نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ حالانکہ اب تک حضرت علیؑ کے جسمِ اطہر پر تلوار کے سولہ زخم لگ چکے تھے۔

جنگ میں وقفے کی وجہ سے حضورؐ نے عنین کی گھاٹی کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا تا کہ ان پر حملہ کرنا آسان نہ رہے۔ کچھ اوپر جا کر حضورؐ نے اپنے زخموں پر نظر ڈالی۔ حضرت علیؑ جلدی سے پانی لے کر آئے اور جناب فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد گرامی کے زخم صاف کیے اور مرہم پٹی کی۔

اسی اثنا میں چونکہ جنگ تقریباً ختم ہو چکی تھی اس لیے قریش نے مسلمانوں کے خیموں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ابو سفیان قریب آیا اور بلند آواز میں پوچھنے لگا ''کیا محمدؐ زندہ ہیں؟'' حضورؐ نے سب کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ تاہم اس نے گھاٹی پر جمع لوگوں کو دیکھ لیا اور کہا ''ہم نے بدر کا بدلہ آج لے لیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے لشکر کی طرف پلٹ گیا۔ اس نے اپنے لشکر میں واپس جا کر یہ اعلان کر دیا کہ ''ہم نے فتح حاصل کر لی ہے، اور ہمارے لیے یہی کافی ہے، اب ہم واپس مکہ جائیں گے۔'' چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ لشکرِ کفار مدینہ کا رخ کر لیتا اور مسلمان عورتوں اور بچوں کا بے دریغ قتل شروع کر دیتا لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں ایک خوف ڈال دیا تھا جس کی تصدیق سورۂ آل عمران جو قرآن مجید کی تیسری سورۃ ہے، اس کی ایک سو اکاونویں آیت کے ذریعے کی گئی۔ ارشاد ربانی ہوا:

سنلقی فی قلوب.......... مثوی الظّٰلمینO

اردو ترجمہ:

''(تم گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب تمہارا رعب کافروں کے

Marfat.com

دلوں میں جما دیں گے۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے خدا کا شریک بنایا (بھی تو) اس چیز (بُت) کو جسے خدا نے کسی قسم کی حکومت نہیں دی اور (آخر کار) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا (بھی) کیا برا ٹھکانہ ہے۔"

تاہم رحمتؐ اللعالمین میدانِ جنگ میں آئے اور آپؐ نے سب شہداء کی لاشوں کو دیکھا۔ اس کے بعد سب شہداء کی میتوں کی باری باری نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور پھر ان کی تدفین کی گئی۔ اس کے بعد مسلمان واپس مدینہ چلے گئے۔ اگلی صبح کو حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور بلال سے کہا کہ مسلمانوں کو جنگ کے لیے بلاؤ۔ جاںنثار مسلمان زخمی ہونے کے باوجود پھر جمع ہو گئے۔ رسالت مآبؐ نے اعلان کیا کہ ہم لشکر کفار کا پیچھا کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ سب ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب وہ حمراۃ الاسد پہنچے تو پتہ چلا کہ لشکرِ کفار وہاں سے جا چکا ہے۔ مسلمانوں نے حضورؐ کی موجودگی میں چار راتیں وہاں بسر کیں اور اس کے بعد مدینہ واپس لوٹ آئے۔ اس سفر اور قیام سے حضورؐ مسلمانوں پر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ ہر چند وہ جنگ ہار چکے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں کفار سے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کا جذبہ شدت سے موجود تھا۔

پیغمبرؐ اسلام کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کے حق میں سورۂ آل عمران (تیسرا پارہ) کی ایک سو بہترویں آیت میں ارشاد رب العزت موجود ہے، ارشاد ربانی ہے:

الذین استجابوا لِلّٰہ............واتقوا اجر عظیمO

اردو ترجمہ:

"جن لوگوں نے زخم کھانے کے باوجود خدا اور رسولؐ کا

Marfat.com

کہنا مانا ان میں سے جن لوگوں نے خدا کے احکامات پر عمل
کرنے کی نیت سے نیکی اور پرہیزگاری کی، ان کے لیے بڑا
ثواب ہے۔"

جنگِ احد کے سلسلے میں قرآن میں جتنی آیات موجود ہیں ان کا مقصد منافقین اور اہل ایمان کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنا ہے۔ ان آیات میں مسلمانوں کے لیے اسباق بھی ہیں اور ہدایات بھی۔

سورۃ آل عمران کی ایک سو انتالیسویں آیت میں ارشادِ ربانی ہو رہا ہے:

ولا تھنوا ولا............ان کنتم مومنین O

اردو ترجمہ:

"اور (مسلمانو) رنج نہ کرو اور (اس اتفاقی شکست اُحد سے)
کڑھو نہیں (کیونکہ) اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔"

بہرحال جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ احد سے پہلے خبردار کیا تھا کہ "تمہارے یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، تمہیں چھوڑ نہیں دیا جائے گا بلکہ جس طرح تم سے پہلے والوں کا امتحان لیا گیا، تمہارا بھی امتحان لیا جائے گا۔" مسلمانوں کا جنگِ احد کے ذریعے امتحان لیا گیا اور ضعیف الاعتقاد، منافق اور دنیاوی مال و متاع کے حصول کے لیے اسلام پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے میدان جنگ سے فرار ہو گئے، اور صاحبانِ ایمان کے چہرے ابھر کر سامنے آ گئے۔

اللہ رب العزت بزدل منافقوں کو اس جنگ کے ذریعے یہ سبق دینا چاہتا تھا کہ اگر تمہارا ایمان پختہ ہوتا، تم بزدل اور منافق نہ ہوتے تو میں جنگ احد میں تمہاری

Marfat.com

اسی طرح پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کرتا جس طرح کہ میں نے جنگ بدر میں تین ہزار فرشتوں سے تمہاری امداد کی تھی مگر میں نے یہ نصرت صرف اسی لیے روک لی تا کہ ایک بار یہ فیصلہ ہو جائے کہ تم میں سے کون صحیح معنوں میں اہل ایمان ہیں اور کون منافق اور بزدل۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نشانیاں جنگِ احد میں بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن مجید کی دوسری سورۃ البقرہ کی آٹھویں سے لے کر بیسویں آیت کریمہ میں بیان فرمادی ہیں۔ آٹھویں آیت میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

(8)ومن الناس من یقول...... وما ھم بمومنینO

اردو ترجمہ:

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم خدا اور قیامت پر ایمان لائے (حالانکہ) وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔''

منافقین کو دھوکہ باز قرار دیتے ہوئے نویں آیت میں ارشاد ربانی ہو رہا ہے:

(9)یخٰدِعون اللہ والذین...... وما یشعرونO

اردو ترجمہ:

''(وہ) خدا کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکا دیتے ہیں اور کچھ شعور نہیں رکھتے۔''

منافقین کی منافقت کی تصدیق کرتے ہوئے اور ان کے لیے دردناک

Marfat.com

عذاب کی پیش گوئی کرتے ہوئے دسویں آیت میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

(10)فی قلوبھم مرض ......بما کانو یکذبون O

اردو ترجمہ:

''ان کے دلوں میں مرض تھا ہی، اب خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا اور چونکہ وہ لوگ جھوٹ بولا کرتے تھے، اس لیے ان کے لیے تکلیف دہ عذاب ہے۔''

منافقین کو دروغ گو قرار دیتے ہوئے، انہیں فتنہ و فساد سے روکنے کے لیے گیارہویں آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو رہا ہے:

(11)واذا قیل لَهُم...... انما نحن مصلحونO

اردو ترجمہ:

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ کرتے پھرو (تو) کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں۔''

منافقین کے فساد سے بچنے کے لیے مومنین کو خبردار کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں بارہویں آیت میں ارشاد ربانی ہو رہا ہے:

(12)اَ لَآ نھم ھم المفسدون...... لایشعرونO

اردو ترجمہ:

''خبردار ہو جاؤ، بے شک یہی لوگ فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔''

Marfat.com

منافقین، مومنین کو بے وقوف سمجھتے تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کر دیتے تھے، اس لیے منافقین کو بے عقل قرار دیتے ہوئے تیرہویں آیت میں ارشاد رب العزت ہو رہا ہے:

(13)واذا قیل لھم...... ولکن لایعلمونO

اردو ترجمہ:

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ تو کہتے ہیں، کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اور بے وقوف لوگ ایمان لائے۔ خبردار یہی لوگ خود بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔''

منافقین مستقل یہ سمجھتے رہے کہ وہ مومنین کو دھوکہ دینے میں ہمیشہ کامیاب رہیں گے اور وہ شیطان کے ساتھ تخلیہ میں جو راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں، ان کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ انہیں اس کا بھی یقین نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر بھی ہے اور علیم و خبیر بھی، وہ ہر جذبے اور ہر کیفیت سے بھی واقف ہو جاتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ چودھویں آیت میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

(14)واذا لقوا الذین...... مستھزء ونO

اردو ترجمہ:

''اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایمان لا چکے اور جب اپنے شیطان کے ساتھ تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں (ہم تو مسلمانوں کو) بے وقوف بناتے ہیں۔''

Marfat.com

درحقیقت منافقین خود اس قدر کم عقل تھے کہ وہ دوسروں کو بے وقوف بنانے کے قابل بھی نہ تھے، یہ تو خدا ہی تھا جو سب کچھ دیکھتا رہا، ان کا امتحان لینے کے لیے انہیں ڈھیل دیتا رہا اور ان کی سرکشی برداشت کرتا رہا، لیکن آخر اس نے ہی ان کی سرزنش کے لیے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ چنانچہ پندرھویں آیت میں ارشادِ قادرِ مطلق ہو رہا ہے:

(15)اللّٰہ یستھزی .... یعمھونO

اردو ترجمہ:

''(وہ کیا بے وقوف بنائیں گے) خدا ان کو بناتا ہے اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں غلطاں پیچاں رہیں۔''

لیکن اللہ جانتا تھا کہ وہ (منافق) کبھی ایمان نہیں لائیں گے بلکہ یہ ہمیشہ گمراہ ہی رہیں گے، اسی لیے سولہویں آیت میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

(16)اولئك الذين اشتروا......وما كانوا مهتدينO

اردو ترجمہ:

''یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں، پھر نہ ان کی تجارت ہی نے انہیں کچھ نفع دیا اور نہ ان لوگوں نے ہدایت ہی پائی۔''

منافقین کے رویئے سے مایوس ہو کر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت سے ہاتھ اٹھا لیا تو اس کے بعد اب ان کی کیا کیفیت ہے، اسے وہ ایک مثال کے ذریعے واضح فرما رہا ہے۔ سترویں آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

Marfat.com

(17) مثلھم کمثل الذی...... فی ظلمت لایبصرونO

اردوترجمہ:

''ان لوگوں کی مثل (تو) اس شخص کی سی ہے جس نے (رات کے وقت مجمع میں) بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی، پھر جب آگ (کے شعلے) نے اس کے گردوپیش میں خوب اُجالا کر دیا تو خدا نے ان کی روشنی لے لی اوران کو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ اب انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔''

منافقین سے مایوس ہونے کی ایک بار پھر تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اندھے بہرے اور گونگے قرار دے دیتا ہے کہ گویا نہ وہ سن سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ دیکھ سکتے ہیں، چنانچہ ان کے پاس اب صراطِ مستقیم پر آنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔اس سلسلے میں اٹھارہویں آیت میں ارشادِ ربانی ہورہا ہے:

(18)صم' بکم عمی فھم لا یرجعونO

اردوترجمہ:

''یہ لوگ بہرے گونگے اندھے ہیں کہ پھراپنی گمراہی سے باہر نہیں آسکتے۔''

انیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کے سلسلے میں ایک اور مثال پیش کرنے کے لیے ارشاد فرمارہا ہے:

(19)او کصیب من السمَآءِ...... واللہ محیط بالکفرینO

Marfat.com

اردو ترجمہ:

''یا ان کی مثال (ایسی ہے) جیسے آسمانی بارش جس میں تاریکی میں بجلی کی گرج ہو۔ موت کے خوف سے کڑک کے مارے (یہ) اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ حالانکہ خدا کافروں کو (یوں) گھیرے ہوئے ہے (کہ اس کو دیکھ نہیں سکتے)''

خالق کائنات منافقین کو اپنی قدرت کاملہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی خلق خدا کو اپنے رحمٰن، رحیم اور کریم ہونے کا بھی یقین دلانا چاہتا ہے کہ اسی لیے وہ منافقین سے دیکھنے اور سننے کی قوتیں واپس نہیں لیتا، وہ تو پروردگار عالم ہے، جو لوگ اس کے وجود سے منکر ہیں انہیں بھی دنیا کی نعمتیں عطا کرتا رہتا ہے۔ بیسویں آیت میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

(20) یکاد البرق یخطف...... کل شی ءٍ قدیر O

اردو ترجمہ:

''قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو چندھیا دے۔ جب ان کے آگے بجلی چمکی تو (یہ) اس کی روشنی میں چل کھڑے ہوئے اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو (ٹھٹک کر) کھڑے ہو گئے اور اگر خدا چاہتا تو یوں بھی ان سے دیکھنے اور سننے کی قوتیں چھین لیتا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔''

منافق کی پہچان اور سرزنش کے لیے مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ کافی ہیں۔

OOOO

Marfat.com

امتحاں اور بھی ہیں

غزوۂ خندق کے سلسلے میں نازل ہونے والی آیات

جنگ احد مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا امتحان تھی، رب العالمین نے اس سلسلے میں قرآن مجید کی 29 ویں سورۃ میں جو پیغمبرِ اسلام کی مکی زندگی کے دوران میں ہی ''العنکبوت'' کے نام سے نازل ہو چکی تھی، اس کی ابتدائی دوسری اور تیسری آیات میں اس امتحان کے سلسلے میں نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرما دیا تھا:

آیت نمبر 2:

احسب الناس...... وھم لا یفتنونo

اردو ترجمہ:

''کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ (ان کے یہ) کہہ دینے سکے ہم ایمان لے آئے ہیں، (وہ) چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا (ضرور لیا جائے گا)''

آیت نمبر 3:

ولقد فتنا الذین...... لیعلمن الکذبینo

اردو ترجمہ:

Marfat.com

''اور ہم نے تو ان لوگوں کا بھی امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر گئے۔ غرض خدا انہیں بھی جانتا ہے جو (سچے) دل سے ایمان لائے اور انہیں بھی جانتا ہے جو جھوٹ کہہ رہے ہیں۔''

جنگِ احد کی تفصیلات گزشتہ مضامین میں بیان کی جا چکی ہیں۔ الغرض اس جنگ نے واضح کر دیا کہ وہ کون سے مسلمان تھے جو سچے دل سے اسلام پر ایمان لائے تھے، وہ نہ صرف اس جنگ کے اختتام تک جہاد میں مصروف رہے بلکہ ان میں سے بہت سے شہادت کے درجے پر بھی فائز ہو گئے۔

یہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ وہ کون سے مسلمان تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے روگردانی کی، جو لالچی تھے اور مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قریش کے خیموں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے اس عمل نے جنگ کا پانسہ قریش کے حق میں پلٹ دیا۔

یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ کون لوگ تھے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کے لیے میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے اور ان میں سے بعض احد کے پہاڑ کے اوپر چڑھتے چلے گئے۔

یہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ وہ کون کون تھے جو رسولِ خداؐ کے پکارنے کے باوجود پلٹ کر نہ آئے اور یوں ایک بار پھر رسولؐ کی اطاعت سے روگردانی کے مرتکب ہوئے۔

مگر چونکہ پیغمبرِ اسلامؐ کی زندگی محفوظ رہی اور وہ بخیریت مدینہ واپس پہنچ گئے، اس لیے چند روز کے بعد متذکرہ بالا مسلمان بھی کھسیانے ہو کر واپس پلٹ

Marfat.com

آئے۔ رسالتؐ مآب کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے نہ صرف ندامت کا اظہار کیا بلکہ اپنے رویئے پر معذرت چاہی۔ رسولِؐ خدا کہ رحمتؐ اللعالمین تھے، آپؐ نے انہیں معاف کر دیا اور وہ پھر مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ سن پانچ ہجری میں، شوال کے مہینے میں ایک بار پھر ان کا میدانِ جنگ میں امتحان لیا جائے گا۔ یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ متذکرہ بالا مسلمانوں نے جنگِ احد سے پہلے خدا سے عہد کیا تھا کہ وہ میدانِ جنگ سے فرار نہیں ہوں گے اور اس عہد کا ذکر قرآن مجید کی 33 ویں سورۃ ''الاحزاب'' کی 15 ویں آیت میں محفوظ ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

ولقد کانوا...... اللہ مسئولاo

اردو ترجمہ ہے:

''انہوں نے یقیناً پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ اپنی پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کا (عہد کرنے والا) جوابدہ ہوتا ہے۔''

جنگِ خندق کے پس منظر کے طور پر یہ ذکر نہایت ضروری ہے کہ مورخین کے مطابق جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو مقامی یہودیوں نے ان کے مدینہ میں آباد ہونے کے بارے میں کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ یہودیوں کے تین بڑے قبیلوں نے ان کے ساتھ امن اور سکون کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ''امن کے معاہدے'' بھی کر لیے تھے جن کی ایک اہم شق یہ تھی کہ اگر مدینہ میں بسنے والوں پر باہر سے کوئی حملہ آور ہوگا تو دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی فریق حملہ آور کی مدد نہیں کرے گا۔ تاہم رسولِ خدا نے بعض مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ یہودیوں کی زبان (عبرانی) سیکھ لیں اور در پردہ ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔

Marfat.com

جنگِ احد کے بعد مسلمانوں کے درمیان سرورِ کائنات کے پیدا کردہ رشتۂ اخوت اور جذبۂ یگانگت کے علاوہ بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری کے لیے مساوات اور دیگر اسلامی تعلیمات کی بدولت مسلمان خوب پھلنے پھولنے لگے اور معاشرہ مہذب سے مہذب تر ہونے لگا اور یہودی یہ محسوس کرنے لگے کہ نظریات اور مفادات کے اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ایک نہ ایک روز تصادم ہو کر رہے گا۔

چنانچہ سب سے پہلے مدینہ میں بسنے والے یہودیوں کے ایک قبیلے نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کی مگر مسلمانوں نے سرورِ کائنات کی سربراہی میں متحد اور یک زبان ہو کر ان کی ہر حرکت پر سخت ردِ عمل کا اظہار کیا اور بالآخر انہیں مدینہ سے ہجرت کر کے شام منتقل ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا۔

اس کے بعد یہودیوں کے دوسرے بڑے قبیلے "بنی نذر" نے پَر پرزے نکالنے شروع کر دیئے اور مسلمانوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کرنے کی غرض سے بزعمِ خود بہت رازداری سے (معاذ اللہ) پیغمبرِ اسلام کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا مگر رسالت مآب کو اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ معروف مورخ ابن اثیر کے مطابق آپ نے انہیں مدینہ چھوڑ دینے کے لیے کہا۔ جب یہ خبر معروف منافق عبداللہ ابن ابئ تک پہنچی تو اس نے یہودیوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں نہ صرف مدینہ نہ چھوڑنے کا مشورہ دیا بلکہ یہ پیشکش بھی کی کہ اگر ضرورت پڑی تو میں دو ہزار کا لشکر لے کر تمہاری مدد کو پہنچوں گا۔

اس سے یہودیوں کے اس قبیلہ کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے سرکارِ دوعالم کو آگاہ کر دیا کہ "ہمارا قبیلہ مدینہ چھوڑ کر قطعاً نہیں جائے گا" چنانچہ پیغمبرِ اسلام نے یہودیوں کے اس قبیلے کی سرکوبی کے لیے ایک مختصر مگر شجاع مسلمانوں پر مشتمل لشکر تیار کیا۔ جب یہودیوں کو علم ہوا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے عبداللہ

Marfat.com

ابن ابیٔ کو مدد کے لیے پکارا۔ اس کے علاوہ انہوں نے غقان اور قریظہ قبیلے کے یہودیوں کو بھی پیغامات بھیجے مگر جب کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا تو وہ بے حد مایوس ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے خوفزدہ ہو کر رسالتؐ مآب سے درخواست کی کہ ''ہمیں مدینہ سے اپنے ساز وسامان کے ہمراہ نکل جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔'' آپؐ کہ رحمت اللعالمین تھے، آپؐ نے سوائے اسلحہ کے ہر قسم کے سامان سمیت انہیں مدینہ سے نکل جانے کی اجازت دے دی۔ یہودیوں نے تقریباً چھ سو اونٹوں پر اپنے اہل خانہ سمیت گھروں کا سارا سامان رکھا اور شام چلے گئے مگر ان میں سے بعض نے خیبر میں سکونت اختیار کر لی۔ اب مدینہ میں یہودیوں کا صرف ایک قبیلہ بنی قریظہ معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے سکونت پذیر رہا۔

معروف مورخ ابن ہشام کے مطابق یہودی مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت اور علاقے میں ان کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے خوفزدہ ہو گئے تو خیبر میں بسنے والے قبیلہ بنی نذر کے سربراہ حی ابن اخطب نے اپنے قبیلے کے تین دیگر سر برآوردہ افراد کنانہ ابن ربیع، ہوذہ ابن قیس اور ابوعمارہ کے ہمراہ مکہ کا دورہ کیا تاکہ مکہ کے کفار کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد سے کوئی مشترکہ حکمتِ عملی تیار کی جا سکے۔

یہ مذاکرات سن پانچ ہجری کے ابتدائی دنوں میں مکہ میں ہوئے۔ یہودیوں نے نہایت چالاکی سے ابوسفیان پر یہ حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی کہ ابھی تو قریش کے تجارتی قافلوں کے لیے مدینہ کے قریب سے گزر کر شام پہنچنا ناممکن ہوا ہے۔ اگر مسلمانوں کی قوت اور اثر ورسوخ میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا چلا گیا تو وہ دن دور نہیں جب یمامہ پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد قریش کو عراق اور نجران اور پھر اس کے بعد یمن کے ساتھ تجارت سے بھی محروم ہونا پڑے گا۔

Marfat.com

مورخ ابنِ ہشام (دوسری جلد، صفحہ 214) لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے یہودی وفد کے سربراہ کو مخاطب کر کے اس سے پوچھا: ''تم بھی اہل کتاب ہو، حی ابن اخطب مجھے یہ بتاؤ کہ محمدؐ کا دین (اور ایمان) تمہارے دین سے بہتر ہے؟'' اس پر یہودی قائد نے جواب دیا ''کتاب کا علم رکھنے والے کے مطابق، محمدؐ کے دین سے تمہارا دین بہتر ہے۔ تم صحیح راہ پر ہو۔''

یہ سن کر ابوسفیان خوش ہو گیا۔ یہودیوں کے نقطۂ نظر سے متاثر ہونے کے بعد ابوسفیان نے وعدہ نبھانے کی غرض سے یہودی وفد کے سربراہ کے ساتھ نہایت گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ قریش اور یہودی مل کر مدینہ پر لشکر کشی کریں گے۔

اس معاہدے کے بعد یہودی وفد نے ان قریبی بستیوں کا بھی دورہ کیا جن میں یہودیوں کی اکثریت آباد تھی اور ان سے بھی اس مشترکہ لشکر کشی میں شامل ہونے کے لیے معاہدے کیے۔ چنانچہ رمضان سن پانچ ہجری میں مدینہ میں بسنے والے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے سب دشمن فریقوں کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں خوب زوروں پر تھیں۔ مکہ کے قریش نے چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا جس میں تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ بھی شامل تھے۔ یہودیوں کے تین قبیلوں نے مل کر تقریباً چھ ہزار افراد پر مشتمل فوج تیار کی جو پوری طرح کیل کانٹے سے لیس تھی، معاہدے کے مطابق یہودیوں اور قریش کی فوج کے مختلف دستوں کو یکم شوال تک مختلف راستوں سے احد کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر جمع ہونا تھا تا کہ کل دس ہزار افراد پر مشتمل یہ لشکرِ کثیر مدینہ پہنچ کر اچانک مسلمانوں پر بھرپور حملہ کر دے لیکن ایک مخبر نے پیغمبرِؐ اسلام کو حالات سے آگاہ کر دیا اور نہ صرف یہود و کفار کی نیت بلکہ ان کی تعداد اور جنگی استعداد سے بھی انہیں پوری طرح آگاہ کر دیا۔

Marfat.com

مسلمانوں اور ان کے مسکن مدینہ کو شدید خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔ مسلمانوں اور مدینہ کا ہر حال میں دفاع ضروری تھا۔ چنانچہ رسولِ خداؐ نے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور انہیں صورتحال اور اس کی سنگینی سے آگاہ کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے امتحان کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ جن کے ذہن میں جنگِ احد کی یاد ابھی تازہ تھی، ان کا تو دم ہوا ہو گیا اور انہوں نے پھر کسی نہ کسی طور جنگ کو ٹال دینے کا مشورہ دیا لیکن جنگ کو ٹالنا ناممکن تھا۔

جب اسلام پر دل سے ایمان لانے والے مختلف دفاعی تجاویز پر غور کر رہے تھے تو مشہور صحابی حضرت سلمان فارسیؓ نے ایک بالکل انوکھی تجویز پیش کی، یہ حربہ ایرانی اس وقت اپناتے تھے جب انہیں تعداد میں کہیں زیادہ فوج کے مقابلے کے لیے دفاعی حکمتِ عملی اپنانا ہوتی تھی۔ اس حکمتِ عملی کے مطابق ایرانی دشمن کی عددی برتری کی افادیت کم کرنے کے لیے اپنی اور دشمن کی فوجوں کے درمیان ایک وسیع اور گہری خندق کھود لیا کرتے تھے۔ رسولِ خداؐ کے سامنے جب اس تجویز کے تمام پہلو تفصیل سے پیش کیے گئے تو آپؐ نے اس تجویز پر عمل درآمد کی منظوری دے دی۔

چنانچہ تمام عورتوں اور بچوں کو قریبی محفوظ آبادی میں منتقل کرنے کے بعد رسالتؐ مآب تقریباً تین ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اور شیخین کے قریب پہنچ کر خندق کھودنے کے لیے زمین پر لکیریں لگا دی گئیں۔ خندق کے لیے شیخین سے لے کر جبل بن عبید تک کا علاقہ منتخب کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ ہر دس افراد پر مشتمل ایک ٹولی چالیس ہاتھ خندق کھودے گی۔ (ایک ہاتھ تقریباً نصف گز کے برابر سمجھا جاتا تھا) خندق کھودنے کی ابتدا رسالتؐ مآب نے اپنے دستِ مبارک سے کی لیکن اس کے باوجود بعض منافقین خندق کی کھدائی کے دوران شدید مشقت کی وجہ سے اس پر معترض ہی رہے۔ خندق کی کھدائی کے عمل کے ساتھ ساتھ لشکرِ اسلام کے

Marfat.com

لیے خیمے، راشن اور اسلحہ وغیرہ خندق کے پار پہنچانے کا کام بھی احسن طریقے سے انجام پاتا رہا۔

جنگِ احد کی طرح یہاں بھی جس مقام پر خندق کھودی جا رہی تھی اس کی پشت اور ایک پہلو کی طرف کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی سلسلہ تھا اور اسی کے سامنے کھلے میدان میں ساڑھے تین میل لمبی پندرہ فٹ چوڑی اور پندرہ فٹ گہری خندق حضرت سلمان فارسیؓ کی نگرانی میں تیار کی گئی۔

پیغمبرِ اسلام نے خندق کے اندر اپنے لشکر کے مختلف دستوں کو ایک ماہر کمانڈر کی طرح تعینات کیا۔ لشکر کی پانچ سو افراد پر مشتمل ایک جماعت کو خندق کے ساتھ ساتھ گشت پر مامور کیا گیا۔ تقریباً دو سو افراد کو خندق کے درمیانی حصے کے سامنے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تعینات کیا۔ تیر اندازی میں تاک ان افراد کا کام دشمن کو خندق کے قریب آنے سے رُوکنا تھا۔ لشکر کے بقیہ تمام افراد کو خندق کے درمیانی حصے کے سامنے پہاڑی کے سامنے تعینات کر دیا گیا تا کہ بوقت ضرورت مطلوبہ تعداد میں افراد کی جہاں ضرورت ہو، انہیں وہاں بھیجا جا سکے۔

یہودیوں اور قریش کا دس ہزار افراد پر مشتمل مشترکہ لشکر مسلمانوں کو جنگ کے لیے بالکل تیار اور اپنے دفاع کے لیے تیار کی ہوئی خندق کے اس پار محفوظ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ عربوں کو قطعاً معلوم نہیں تھا کہ اگر میدانِ جنگ میں خندق کھود لی گئی ہو تو پھر کیا جنگی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے۔ ابن ہشام کے مطابق (جلد 3، صفحہ 235) میدان جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر ابوسفیان سٹپٹا کر رہ گیا اور چیخ کر بولا ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں عرب تو اس طرح کی حکمت عملی سے کبھی آگاہ نہ تھے۔'' تاہم اس نے اپنی حکمت عملی کے مطابق قریش و یہود کے مشترکہ لشکر کے دستوں کو خندق کے سامنے تعینات کر دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد اگلے تئیس روز تک کوئی اہم پیش رفت نہ ہوئی۔ سوائے اس کے کہ خالد بن ولید نے بعض موقعوں پر گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہا یا پھر دونوں طرف کے تیرانداز ایک دوسرے کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتے رہے۔

موسم شدید سرد تھا اور لشکرِ اسلام کے لیے ذخیرہ کیا گیا راشن بھی کافی کم رہ گیا تھا۔ چنانچہ ہر فرد کے لیے مختص راشن کی مقدار نصف کر دی گئی مگر دشمن آس پاس کی آبادیوں میں سے خوراک کے لیے غلہ مطلوبہ مقدار میں اور مویشیوں کے لیے چارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا رہا اس کے باوجود ابوسفیان اب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے بے حد پریشان ہو گیا۔

جس وقت خندق ابھی کھودی جا رہی تھی، اسی دوران میں پیغمبرِ اسلامؐ نے تمام مسلمانوں کو یہ بشارت دی کہ روم اور اور ایران کی طاقتور سلطنتوں کو بھی عنقریب مسلمان تسخیر کر لیں گے لیکن جب ان کو روزانہ ملنے والی خوراک نصف کر دی گئی اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہود و قریش کا محاصرہ یونہی جاری رہا تو ایک روز نوبت فاقوں تک آ پہنچے گی تو انہوں نے حضورؐ کی جنگی حکمت عملی پر تنقید شروع کر دی۔ بعض بزدل اور کمزور ایمان رکھنے والے مسلمانوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ ''پیغمبرِ اسلامؐ تو وعدہ فرما رہے تھے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ہمارے قدموں میں ہوں گے لیکن فی الوقت وہ ہمیں موجودہ مصیبت سے بھی نجات نہیں دلا رہے۔'' (ابن ہشام، جلد 3، صفحہ 222)۔

وہ سمیع و بصیر ذاتِ اقدس کہ معترضین کی نیت سے بھی آگاہ تھی اور ان کے دلوں کا حال بھی جانتی تھی، ان تبصروں پر خاموش نہ رہ سکی۔ اس کا ارشاد قرآن مجید کی 33 ویں سورۂ الاحزاب کی 12 ویں آیت میں موجود ہے۔

Marfat.com

ارشادرب العزت ہے:

واذ یقول المنفقون...... ورسولہٗ الا غرورا٥

اردو ترجمہ:

''اور جس وقت منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا، کہنے لگے کہ خدا نے اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدے کیے تھے، وہ بس بالکل دھوکہ ہی تھے۔''

اس کے برعکس مجاہدینِ اسلام، اللہ اور اس کے رسولؐ پر اپنے ایمان کامل پر مضبوطی سے قائم رہے بلکہ محاصرے کی صعوبتوں نے ان کے ایمان کو مزید پختگی عطا کردی۔ ان کی کیفیت سے متعلق بھی اسی سورۃ کی 22ویں آیت میں ارشاد ربانی موجود ہے، ارشاد ہوا:

ولما را المومنون...... ایماناً وتسلیماً٥

اردو ترجمہ ہے:

''اور جب سچے ایمانداروں نے (کفار کے) جمگھٹوں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی چیز تو ہے جس کا ہم سے خدا اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا اور خدا نے اور اس کے رسولؐ نے بالکل ٹھیک کہا تھا (اس کے دیکھنے سے) ان کا ایمان اور ان کی اطاعت اور بھی زیادہ ہوگئی۔''

یہود و کفار بھی اس بے مقصد محاصرے اور ٹھنڈی یخ ہوا کے تھپیڑے سہہ سہہ کر بے زار ہو چکے تھے، ان میں سے اکثر بھی دل ہی دل میں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی خواہش کی پرورش کر رہے تھے اور ابوسفیان پر کوئی نئی جنگی حکمت عملی تیار کرنے یا واپس لوٹ جانے کے لیے دباؤ بڑھا رہے تھے۔

Marfat.com

اس اثناء میں ایک روز مدینہ میں جس قلعہ نما مکان میں رسولِ خدا کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کچھ عورتوں اور بچوں سمیت پناہ گزین تھیں، انہیں اس مکان کی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک مسلح یہودی، گھر کے اندر داخل ہونے کا راستہ تلاش کرتا ہوا دکھائی دیا۔ انہوں نے فوراً موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا، وہ جلدی سے نیچے گئیں، ایک لاٹھی پکڑی اور اسے لے جا کر اس سے اس مسلح یہودی کے سر پر پوری قوت سے ضرب لگائی، یہودی اس کی تاب نہ لا سکا اور وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔

جب یہ خبر خندق میں محصور مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں سے کمزور ایمان والے کھلم کھلا اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور رسولِ خدا سے واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ ان کے دلوں کا حال جاننے والے قادر مطلق نے پھر وحی نازل کی اور اپنے حبیبؐ کو آگاہ کر دیا کہ ان لوگوں کے اہل خانہ بالکل محفوظ ہیں، انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔ یہ سب کے سب جھوٹے ہیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا کہ یہ وہ ہیں جو اگر اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوتے اور کفار حملہ کرتے تو یہ کفار کا ساتھ دیتے۔ یہ تذکرہ بھی سورۂ الاحزاب کی 13ویں آیت میں موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

واذ قالت...... یریدون الا فرارا○

اردو ترجمہ ہے:

''ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا تھا، اے مدینہ والو اب تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں تو (بہتر ہے کہ اب بھی) پلٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ رسولؐ سے (گھر لوٹ جانے کی) اجازت مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے گھر بالکل خالی (غیر محفوظ)

Marfat.com

پڑے ہیں، حالانکہ وہ خالی (غیر محفوظ) نہ تھے بلکہ وہ لوگ تو
(اسی بہانے) بس فرار ہو جانا چاہتے تھے۔"

بہر حال امتحان کا ایک یہ مرحلہ بھی گزر گیا اور رسالت مآبؐ پر واضح کر دیا گیا کہ کون لوگ محض نام کے مسلمان ہیں اور کون دل سے ایمان لائے ہیں اور اس پر قائم ہیں۔ پھر یوں ہوا کہ بیس شوال سن پانچ ہجری کو مسلمانوں کے خیموں کے عین سامنے یہود و کفار کے لشکر میں سے سات نامور جنگجو اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ انہیں دور سے خوب تیز رفتار کے ساتھ دوڑاتے ہوئے لائے اور وہ سب کے سب خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی ابوسفیان اور خالد بن ولید نے اپنے گھوڑوں پر سوار دستوں کو خندق کے سامنے سرعت سے تعینات کر دیا تاکہ جونہی خندق کو عبور کرنے کا موقع آئے سارا لشکر خندق پار کر جائے۔

خندق عبور کرنے والوں میں عمرو ابن عبدود یہودی سب سے زیادہ طاقتور، بہادر اور زبردست جنگجو کے طور پر مشہور تھا۔ اپنے لمبے چوڑے گھوڑے پر بیٹھا ہوا وہ بالکل ایک جن لگ رہا تھا۔ وہ بڑی جرأت کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آکر سینہ تان کر گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے یوں مخاطب ہوا:

"میں عمرو ابن عبدود ہوں، سارا عرب میری شہرت اور جنگی مہارت کا معترف ہے۔ میدانِ جنگ میں آج تک مجھے کوئی شکست نہیں دے سکا۔ کیا تم میں سے کسی میں اتنا حوصلہ، ہمت اور جرأت ہے کہ لشکر میں سے نکل کر میرے مقابلے کے لیے میرے سامنے آئے؟"

قلبِ لشکر میں کھڑے چند ایک کے سوا باقی مسلمانوں کا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مٹی کے بے جان بت بیٹھے ہیں۔ انہوں نے زمین پر نظریں گاڑی ہوئی تھیں، کسی کسی وقت کنکھیوں سے پیغمبرِ

Marfat.com

اسلام کی طرف دیکھ لیتے کہ کہیں وہ انہیں عمرو ابن عبدود کے مقابلے کے لیے جانے کا حکم تو نہیں دینے والے۔ بعض بزدلوں نے سرگوشیوں میں اس کی بہادری کے واقعات ایک دوسرے کو سنانے شروع کر دیئے۔

مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں پر جو گزر رہی تھی، اللہ تعالیٰ بھی اس سے آگاہ تھا۔ چنانچہ اس کو ریکارڈ پر لانے کے لیے قرآن مجید کی 33 ویں سورۃ الاحزاب کی 10 ویں آیت نے اسی کیفیت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اذا جآء و کم من...... با اللہ الظنو ناo

اس کا ترجمہ ہے:

''جس وقت وہ (دشمن فوج) تمہارے اوپر آ پڑے تھے
اور نیچے سے بھی وہ (پل پڑے تھے) اور جس وقت (ان کی
کثرت سے) تمہاری آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں (اور خوف سے)
کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور تم خدا کے بارے میں برے برے خیال
کرنے لگے تھے (اس وقت مسلمانوں کا امتحان لیا گیا)۔''

رسولِ خدا نے باآواز بلند لشکر اسلام میں شامل لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا ''کوئی ہے جو عمرو ابن عبدود کے مقابلے کے لیے نکلے؟'' آپؐ کی یہ آواز پوری وادی میں گونجی اور سب نے اسے سنا۔

جب عمرو ابن عبدود کے مقابلے کے لیے کسی میں نکلنے کی ہمت نہ ہوئی تو خندق کے پار کھڑے ہوئے یہود، قریش و کفار مسلمانوں کی بزدلی پر ان کا مضحکہ اڑانے لگے مگر پھر بھی بزدل مسلمان اپنے گھٹنوں میں اپنا چہرہ چھپائے خاموش بیٹھے رہے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے آپؐ سے مقابلے کے لیے جانے کی اجازت مانگی مگر حضورؐ اس موقع پر دیگر

Marfat.com

مسلمانوں کا امتحان لینا چاہتے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا:

''ہم میں بہت سے شجاع اور تجربہ کار جنگجو ہیں مجھے انہیں بھی اپنی جنگی مہارت ظاہر کرنے کا موقع دینا چاہیے۔''

اس پر عمرو ابن عبدود نے پھر کوئی طنزیہ جملہ کہا جس پر لشکر کفار کی طرف سے قہقہوں کی آواز بلند ہوئی اور انہوں نے لشکرِ اسلام پر پھر طنزیہ اور حقارت آمیز جملے کسے۔

چنانچہ حضرت علیؑ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر لڑنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے پھر اجازت دینے سے انکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا:

''کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو اس کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے؟''

مسلمانوں پر حسب معمول خاموشی اور خوف طاری رہا۔

مسلمانوں کی اس بزدلی نے عمر ابن عبدود کا حوصلہ اس قدر بڑھا دیا کہ اس نے ایک نیزہ پوری قوت سے مسلمانوں کے لشکر کی طرف پھینکا۔ یہ نیزہ فضا میں لہراتا ہوا آیا اور پیغمبرِؐ اسلام کے خیمے کے قریب آ کر زمین میں گڑ گیا۔ یہ دیکھ کر بزدل مسلمانوں کے دل خوف سے لرز گئے مگر ان میں سے کسی میں اتنی غیرت اور اتنا حوصلہ نہ تھا کہ تلوار لے کر اس کے مقابلے کے لیے نکلتا۔ پروردگارِ عالم بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اس سلسلے میں بھی ایک آیت نازل فرمائی جو قرآن مجید کی 33 ویں سورۂ الاحزاب کی 11 ویں آیت ہے۔ ارشاد رب العزت ہوا:

هنا لك ابتلى...... زلزالا شديدا○

اس کا ترجمہ ہے:

''یہاں مومنوں کا امتحان لیا گیا تھا اور (وہ) خوب اچھی

Marfat.com

طرح جھنجھوڑے گئے تھے۔''

یہ صورتحال پیغمبرِ اسلام کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ دراصل وہ شیرِ خدا علی مرتضٰی علیہ السلام کو عمرو ابن عبدود کے مقابلے میں اس لیے نہیں جانے دے رہے تھے کہ بعد میں مسلمانوں میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ رسولِ خدا نے ہمیں اس دشمنِ اسلام کے مقابلے میں جانے کا حکم ہی نہیں دیا تھا ورنہ ہم اسے فوراً پچھاڑ دیتے۔ چنانچہ اب حضرت علیؑ آپؐ کی خدمت میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے فخر سے ان کی طرف دیکھا۔ اپنے سر پر سے عمامہ اتارا اور اسے حضرت علیؑ کے سر پر رکھ دیا۔ اس کے بعد ان کی کمر پر ذوالفقار سجاتے ہوئے دعا مانگی ''اے اللہ اس کی مدد کرنا۔'' (ابن سعد، صفحہ 572)۔

حضرت علیؑ ایک شجاع کی طرح چلتے ہوئے جب عمرو ابن عبدود کی طرف جا رہے تھے تو رسالت مآبؐ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''کل ایمان کل کفر کے مقابلے کے جا رہا ہے۔'' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس جنگ میں ''کفر'' کے جتنے گروہ تھے، وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر اسلام کو نیچا دکھانے کے لیے آئے تھے اور اگر اُدھر کل کفر تھا تو اِدھر کل ایمان تھے یعنی صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالب۔

حضرت علیؑ میدان میں عمرو کے سامنے پہنچ کر رک گئے اور یوں گویا ہوئے:

''عمرو میں تمہارے للکارنے پر تمہارے مقابلے کے لیے آیا ہوں۔ میں حق پر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہیں ابھی جہنم واصل کر دوں گا۔ میری ضرب ایسی ہوگی کہ دنیا اسے زمانوں تک یاد رکھے گی۔''

یہ سن کر عمرو کچھ حیرت زدہ سا ہو گیا اور وہ بھی ایک ایسے نوجوان کی زبان سے جس کا جُثہ اس کے جثے سے تقریباً آدھا تھا۔ عمرو نے حواس کو پھر سے سنبھالا اور بظاہر مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ دراصل اس کے دل میں خوف نے جگہ بنا لی تھی۔

Marfat.com

اس عرصے میں مسلمانوں کے لشکر میں سے چھ اور مجاہدین تلواریں لے کر آ گئے اور حضرت علیؑ کی پشت پر کھڑے ہو گئے کیونکہ عمرو کے ساتھ جو چھ دوسرے افراد آئے تھے، وہ عمرو کے پیچھے کھڑے تھے۔ عمرو نے تیوری چڑھا کر حضرت علیؑ سے کہا ''اے نوجوان، ذرا اپنا تعارف تو کرادے۔''

''میں علیؑ ابن ابی طالبؓ ہوں۔'' حضرت علیؑ نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

یہ نام سن کر عمرو قدرے خوفزدہ ہو گیا کیونکہ جنگِ بدر اور جنگِ احد کے سلسلے میں قریش سے ان کی ماہرانہ تیغ زنی کی تعریفیں سن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے آپؑ کا سامنے کرنے سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''کیا مسلمانوں کے لشکر میں اور کوئی نہیں جو میرے مقابلے کے لیے آئے؟'' پھر حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے کہنے لگا ''نوجوان، دراصل تمہارے والد میرے ساتھی تاجر رہے ہیں، میں نے ان کے ساتھ کھانا بھی کھایا ہے، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میرے ایک دوست کا بیٹا میرے ہاتھوں قتل ہو جائے۔''

''میں تمہارے باپ سے بالکل واقف نہیں، میں تو ایک کافر کو جلد از جلد جہنم واصل کرنے کے لیے بے چین ہوں۔'' حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ (ابن ہشام، جلد2 صفحہ 225)۔

جب عمرو نے دیکھا کہ اب علیؑ کی ذوالفقار سے زندہ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تو آخر لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے اسے پھر مخاطب کیا اور کہا ''میں نے سنا ہے تم نے اپنے دیوتا کے سامنے یہ اقرار کیا تھا کہ اگر کوئی تمہارے مقابلے پر آنے والا تمہارے سامنے تین تجاویز رکھے گا تو تم ان میں سے ایک شرط ضرور مان لو گے؟''

عمرو کو یہ سن کر حیرت تو ہوئی کہ اس نوجوانؑ کو اس ''اقرار'' کا کیسے علم ہو گیا مگر

Marfat.com

اس نے جواب دیا "ہاں، اقرار کیا تھا۔"

"تو چلو پھر تم اسلام قبول کر لو۔" حضرت علیؓ نے پہلی تجویز پیش کر دی۔

"میں جس دین کو مٹانا چاہتا ہوں، اسے قبول کیونکر کر سکتا ہوں۔" عمرو نے جواب دیا۔

"تو جا پھر واپس چلا جا اور اپنی جان بچا لے۔" حضرت علیؓ نے دوسری تجویز پیش کی۔

"ناممکن۔" عمرو نے رعونت نے جواب دیا۔

"میں پا پیادہ ہوں اور تم گھوڑے پر سوار ہو، یہ ناانصافی ہے، گھوڑے سے اتر کر میرا مقابلہ کرو۔" حضرت علیؓ نے تیسری تجویز پیش کر دی۔

"ہاں یہ مناسب تجویز ہے۔ میں یہ مان لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر عمرو گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور اس نے غصے میں آ کر گھوڑے کی گھٹنے کی پیچھے والی رگ کاٹ دی تاکہ وہ چلنے کے قابل نہ رہے۔

حضرت علیؓ نے اسے یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر کہا "ارے ظالم تم نے یہ کیا کر دیا، تمہارے لیے یہ برا شگون ثابت ہوگا۔"

یہ سن کر عمرو کو مزید غصہ آ گیا۔ چنانچہ بولا "چلو مجھ پر وار کرو۔"

حضرت علیؓ نے پرسکون رہتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا تعلق رسولِؐ خدا کے خاندان سے ہے، ہم نے لڑائی میں کبھی پہل نہیں کی اور مجھے مقابلے کے لیے للکارا بھی تمہی نے تھا، اس لیے تم پہلے وار کرو، میں اس کا جواب دوں گا۔"

بھاری بھرکم عمرو کے سامنے حضرت علیؓ بے حد چاک و چوبند اور پھرتیلے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ جب بھی وار کرتا حضرت علیؓ سرعت سے پیچھے ہٹ کر یا دائیں بائیں جانب ہٹ کر اس وار سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے۔ عمرو اس طرح

Marfat.com

کے ناکام وار کر کر کے بوکھلا اٹھا اور اس کا چہرہ غصے اور بدحواسی کی وجہ سے تمتما اٹھا مگر حضرت علیؑ نہایت پرسکون نظر آ رہے تھے بلکہ عمرو کی کیفیت دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

پھر یکایک حضرت علیؑ نے ایسا داؤ لگایا کہ بہت سی گرد اڑی اور کسی کو کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا ہے۔ جب گرد چھٹی تو سب نے دیکھا کہ عمرو زمین پر چت پڑا تھا۔ اس کے سینے پر حضرت علیؑ سوار تھے اور ان کے دائیں ہاتھ میں خنجر تھا جو ہر لمحہ عمرو کی گردن سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ عمرو اپنی ٹانگوں کو اکٹھا کر کے اور شانوں کے زور سے حضرت علیؑ کو اور ان کے خنجر کو پرے دھکیلنے کی کوشش کرتا رہا مگر اس میں ناکام ہونے کے بعد اس نے اپنے منہ میں کچھ تھوک اکٹھی کر کے اسے حضرت علیؑ کے چہرے پر پھینک دیا۔

اسی لمحے حضرت علیؑ عمرو ابن عبدود کے سینے سے نیچے اتر آئے۔ اس پر نہ صرف عمرو حیران رہ گیا بلکہ دونوں لشکروں میں شامل افراد بھی حیران رہ گئے۔ بعض لوگ پیغمبرِ اسلامؐ کو مخاطب کر کے ان سے کہنے لگے "دیکھیے، یہ علیؑ نے کتنی بڑی غلطی کر دی، اب وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا، خواہ مخواہ ایسے ظالم اور خونخوار دشمن کے سینے سے نیچے اتر آئے۔"

"جب علیؑ واپس آ جائیں گے تو ان سے پوچھنا انہوں نے عمرو کو زندہ کیوں چھوڑ دیا۔" رسالت مآبؐ نے جواب دیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عمرو پھرتی سے زمین پر سے اٹھا اور اس نے جلدی سے اپنی تلوار اور ڈھال اٹھائی اور پھر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر حضرت علیؑ پر تلوار سے زوردار وار کر دیا' مگر حضرت علیؑ کچھ کم پھرتیلے نہیں تھے، اس عرصے میں وہ بھی اپنی تلوار اور ڈھال اٹھا چکے تھے۔ آپؑ نے عمرو کی تلوار کے سامنے ڈھال کر دی مگر وار اتنا زوردار تھا کہ ڈھال دو ٹکڑے ہو جانے

Marfat.com

کے بعد عمرو کی تلوار کا اگلا کونہ حضرت علیؑ کی پیشانی کے اوپر سر کے سامنے والے حصے پر آ لگا۔ سرِ مبارک زخمی ہو گیا۔ خون بہنے لگا، حضرت علیؑ کے سر پر رکھا ہوا رسالت مآبؐ کا عمامہ خون سے سرخ ہو گیا اور اس کے بعد خون چہرۂ مبارک کو بھی رنگین کر گیا۔

مگر حضرت علیؑ نے اس کی پرواہ کیے بغیر اس سرعت سے عمرو پر ایک زوردار وار کیا جس کی وہ ملعون تاب نہ لا سکا اور فوراً ہی ڈھیر ہو گیا۔ گرد و غبار میں حضرت علیؑ کی آواز گونجی ''اللہ اکبر۔''

جب گرد بیٹھ گئی تو دونوں طرف کے لشکروں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں عمرو ابن عبدود کا سر تھا۔ یہ دیکھ کر لشکرِ اسلام نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ یہ منظر دیکھ کر عمرو کے ساتھ جو دوسرے چھ کافر آئے تھے، انہوں نے اپنے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مارے خوف کے خندق پار کر گئے مگر ان میں سے ایک کافر جس کا نام نوفل تھا، خندق میں گر گیا جس پر مسلمانوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

اس پر نوفل چلایا: ''اے اہلِ عرب یوں سنگ باری کا نشانہ بننے سے تو مر جانا بہتر ہے۔''

چنانچہ حضرت علیؑ خندق میں اتر گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے نوفل کو انجام تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ پھر اوپر آئے۔ عمرو کی لاش کے پاس پہنچے اور اس کا سر لا کر حضورؐ رسالت مآب کے قدموں میں رکھ دیا۔ رسالت مآبؐ نے خوش ہو کر حضرت علیؑ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر فرمایا ''آج غزوۂ خندق کے موقع پر علیؑ کی یہ ایک ضرب دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے۔''

پیشتر اس کے کہ قریش اور ان کے اتحادیوں کے لشکر کا سربراہ کوئی اور جنگی حکمت عملی اختیار کرتا، آندھی اور بارش کا اس قدر شدید طوفان آیا کہ کافروں کی فوج

Marfat.com

کے تمام خیمے اکھڑ گئے۔ ان میں کھانا پکانے کے لیے جلائی جانے والی آگ بجھ گئی اور یخ بستہ آندھی سے بچنے کے لیے اُن کی کوئی پناہ گاہ نہ رہی۔

چنانچہ ابوسفیان نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے چیخ کر کہا ''ہمارے پڑاؤ کے لیے یہ کوئی مناسب جگہ نہیں ہے، انسانوں اور جانوروں نے بہت صعوبتیں برداشت کی ہیں، ہمارے اتحادی یہود نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ آندھی نے ہمارے خیمے اکھاڑ پھینکے ہیں۔ ایسے حالات میں یہاں کون ٹھہر سکتا ہے، چلو واپس مکہ چلیں۔ لو بس میں تو جا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ کود کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا اور اسے ایڑ لگا دی۔ (ابن ہشام، جلد 2 صفحہ 232)۔

اس کے بعد اس کے اتحادی بھی وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اگلی صبح وہاں ٹوٹے ہوئے خیموں اور جانورں کے چھوڑے ہوئے چارے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ صرف اور صرف حضرت علیؓ شیرِ خدا کی ایک ضرب نے قریش اور اس کے اتحادیوں کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

اس موقع کی یاد کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کے لیے 33 ویں سورۂ الاحزاب کی 9 ویں آیت نازل ہوئی۔ ارشاد رب العزت ہوا:

یا ایھا الذین...... تعملون بصیرا o

اردو ترجمہ:

''اے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں (جنگ خندق میں) جب تم پر (کافروں کا) لشکر آ پڑا تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور اس کے علاوہ (فرشتوں کا) ایسا لشکر جس کو تم نے دیکھا تک نہیں اور جو کچھ تم کر رہے تھے، خدا اسے خوب دیکھ رہا تھا۔''

Marfat.com

موقع ملتے ہی بعض مسلمانوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا ''جب آپ عمرو کے سینے پر سوار تھے اور آپؑ کا خنجر اس کی گردن کے قریب پہنچ چکا تھا تو آپ اس کے سینے سے اتر کیوں گئے تھے؟''

''عمرو نے میرے منہ پر تھوک دیا تھا جس سے مجھے بے حد غصہ آ گیا تھا۔ چونکہ میں خدا کی راہ میں جنگ کر رہا تھا، اس لیے ذاتی غصے کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرنے کے لیے اس کے سینے سے اتر گیا۔ میں اسے ذاتی غصے کی وجہ سے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔'' حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

ایک دوسرے مسلمان نے پوچھا ''آپ نے عمرو کو قتل کرنے کے بعد اس کے جسم پر سے زرہ بکتر اتار لی ہوتی؟''

حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ ''کسی لاش کو برہنہ کر دینا شرفاء کا شیوہ نہیں۔''

یہ تھے شیرِ خدا جناب علیؓ مرتضٰی اور ان کا کردار جس کی بدولت مسلمان غزوۂ خندق میں فتح سے ہمکنار ہوئے۔

اس کے بعد ابوسفیان کو مسلمانوں کے خلاف جارحیت کی کبھی جرأت نہ ہوئی۔ اس جنگ میں جن بزدل اور کمزور ایمان والے مسلمانوں کا امتحان مقصود تھا، وہ اس امتحان میں ناکام قرار دیئے گئے۔

OOOO

Marfat.com

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؓ کے چند فضائل
آیاتِ قرآنی کی روشنی میں

قرآنِ مجید فرقانِ حمید ان آیاتِ کریمہ کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً اور مختلف مواقع پر افضل الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ پر اعلان رسالت کے بعد نازل ہوتی رہیں اور پیغمبرؐ اسلام اللہ کی طرف سے موصول ہونے والا ہر پیغام مسلمانوں تک پہنچاتے رہے اور اس کے معنی و مفہوم و مطالب سے انہیں تفصیل سے آگاہ فرماتے رہے اور اوامر ونواہی اور ان کی اہمیت سے بھی اہل ایمان کو آگاہ فرماتے رہے۔ یہی کتاب اہلِ ایمان کے لیے مکمل دستورِ حیات ہے اور یہی وہ نسخۂ کیمیا ہے جس سے دنیا اور آخرت سنورتی ہے۔

یہ آیاتِ کریمہ خدا کے حبیبؐ کے قلب پر نازل ہوتی رہیں اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' انہی آیات میں وہ آیاتِ کریمہ بھی شامل ہیں جن میں امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، زیر نظر سطور میں انہی آیات کی نشاندہی مقصود ہے۔

1۔ اہل علم سب جانتے ہیں کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی رسالت کا اعلان دعوتِ عشیرہ کے موقع پر فرمایا تھا اور حاضرین کو یہ بھی

Marfat.com

پیشکش کی تھی کہ ”رسول کی حیثیت سے فرائض کی ادائیگی میں آپ لوگوں میں سے جو بھی میری مدد کرنے کا وعدہ کرے گا، وہ میرا بھائی ہوگا، میرا وصی، وزیر اور میرا جانشین ہوگا۔“

جب مہمانوں میں سے کوئی بھی آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوا تو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور کہا ”اے اللہ کے رسولؐ، مجھے آپ کے حق پر ہونے کا مکمل یقین ہے اور میں آپ کے فرائض کی ادائیگی میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔“

یہ سن کر آپؐ نے حضرت علیؑ کو گلے سے لگا لیا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ”یہ علی میرا بھائی ہے، میرا وزیر، وصی اور میرا جانشین ہے۔ اس کی باتیں غور سے سنا کرو اور اس کی اطاعت کیا کرو۔“

اس واقعے کے کچھ ہی عرصے کے بعد مکہ کے ہر کافر کی زبان پر یہ استفسار تھا کہ ”آپ کی رسالت کا گواہ کون ہے؟ (معاذ اللہ) آپ رسول نہیں ہیں۔“ چنانچہ تیرہویں سورۃ کی تینتالیسویں آیت میں ارشاد ربانی ہوا:

ویقولِ الذین...... عندہ علم الکتٰب○

اردو ترجمہ:

”(اے رسولؐ) کافر کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو۔ تو تم ان
سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی)
گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (قرآن)
کا علم ہے، کافی ہیں۔“

اس آیت کے ذریعے یہ وضاحت کر دی گئی کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ دنیا میں آنے سے پہلے قرآن کا علم حاصل کر چکے تھے، رسالت مآبؐ کے علاوہ یہ

Marfat.com

فضیلت اور کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔

2- جب حضرت موسیٰؑ کو رسالت عطا کی گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی رسالت کی کامیابی کے لیے جو دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ سے جو امداد طلب کی اس میں یہ فرمائش بھی شامل تھی کہ "میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے۔" پیغمبرؐ اسلام دعوت عشیرہ میں اپنے چچازاد بھائی جناب علیؑ ابن ابی طالبؓ کے بارے میں یہ اعلان فرما چکے تھے کہ یہ میرا مددگار، میرا وزیر، وصی اور میرا جانشین ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود اس اعلان کو اپنی طرف منسوب کرنے کے لیے اپنے حبیبؐ سے فرمایا:

وقل رب ادخلنی...... سلطنا نصیرا O

اردو ترجمہ ہے:

"اے میرے حبیب کہہ دو، اے رب تو مجھے جہاں پہنچانا چاہے صدق سے پہنچا دے اور صدق سے نکال لے جس صورتحال سے نکالنا چاہے...... اور مجھے اپنی بارگاہ سے غالب آنے والا مددگار عطا فرما دے۔"

یہ مفہوم اس آیتِ کریمہ کا ہے جو سورۂ بنی اسرائیل (قرآن کی 17ویں سورۃ) کی 80ویں آیت ہے اور پھر حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ ہی نے ہر موقع اور ہر معرکے میں غالب آنے والے مددگار کے طور پر رسولؐ اکرم کی مدد کی اور اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

3- جناب ابو طالبؓ کے انتقال کے بعد جب رسولؐ خدا پر ڈھائے جانے والے مظالم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور حضورؐ کو پہنچائی جانے والی اذیتیں حد سے بڑھ گئیں اور تکالیف ناقابل برداشت ہو گئیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا "آپ

Marfat.com

مدینہ ہجرت کر جائیں۔" چنانچہ حضورؐ نے خفیہ طور پر مسلمانوں کو بھی ہدایات جاری کر دیں اور جس رات آپؐ نے خفیہ طور پر گھر سے نکل کر غارِ ثور میں چند روز کے لیے پوشیدہ ہو جانے کی منصوبہ بندی کی، اس رات کے بارے میں سب مسلمانوں کو ہدایات جاری کر دی گئیں کہ کوئی اپنے گھر سے باہر نہ آئے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ قریش کی سرکردہ شخصیات نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک نمائندہ مسلح ہو کر جائے اور حبیبؐ خدا کو سوتے میں سب مل کر قتل کر دیں تاکہ اس قتل کی ذمہ داری کسی ایک قبیلے کی بجائے سب قبیلوں پر یکساں عائد ہو اور پھر سب مل کر خوں بہا ادا کر دیں اور یوں اسلام کی (نعوذ باللہ) بیخ کنی ہو جائے۔

لیکن خدا نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے اپنے حبیبؐ کو قریش کے اس منصوبے سے آگاہ کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ آپ علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر خود شہر سے باہر نکل جائیں اور غارِ ثور میں جا کر روپوش ہو جائیں۔ آپ نے حضرت علیؑ سے جب اس منصوبے کا ذکر کیا تو انہوں نے رسولؐ خدا سے صرف یہ کہا "کیا آپ میرے سو جانے سے دشمنوں سے محفوظ رہیں گے؟" آپ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت علیؑ رسولؐ خدا کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنی جان قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔

رات ہوئی تو حضرت علیؑ رسالت مآبؐ کی چادر اوڑھ کر ان کے بستر پر سو گئے۔ حضرت علیؑ نے اپنی جان کی پرواہ قطعاً نہ کی اور رسول خداؐ کے حکم کی مکمل طور پر اطاعت کی اور ایسی گہری نیند سوئے کہ بقول آپ کے اس سے پہلے کبھی نہ سوئے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی شانِ اطاعت کے بارے میں دوسری سورۃ البقرہ کی آیت نمبر دو سو سات نازل ہوئی:

ومن الناس...... واللہ رؤف بالعبادo

اس کا مفہوم ہے:

Marfat.com

"اور لوگوں میں ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنے
آپ کو بیچ دیتا ہے تا کہ اپنی جان کے صلے میں اللہ کی مرضی حاصل کر
لے، اللہ اپنے (ایسے) بندوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔"

4-ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دونوں شہزادے یعنی حسنینؑ کمسنی میں بیمار ہو گئے۔ رسالت مآبؐ کہ بالکل ساتھ والے گھر میں مسجد نبوی کے ایک کنارے پر رہائش پذیر تھے، تشریف لائے تو شہزادوں کو بیمار دیکھ کر متفکر ہو گئے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرؑا کو مشورہ دیا کہ "آپ دونوں یہ نذر مان لیں کہ شہزادے تندرست ہو جائیں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا شکر ادا کرنے کے لیے لگا تار تین روزے رکھیں گے۔" چنانچہ دونوں نے نذر مان لی۔

اللہ کے فضل و کرم سے شہزادے جلد ہی صحت یاب ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزے رکھنے کا مرحلہ آ گیا۔ جب جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ نے روزہ رکھنے کی نیت کی تو دونوں شہزادوں نے کہا "ہم بھی روزے رکھیں گے۔" جب سبھی اہل بیت روزہ رکھ رہے تھے تو پھر گھر کی کنیز کیسے پیچھے رہ سکتی تھی۔ اس نے بھی اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

چنانچہ سب نے پہلا روزہ رکھا تو ایک سائل نے دروازے پر آ کر صدا دی کہ اے اہلبیتِ رسولؐ اللہ میں مفلس ہوں اور بھوکا ہوں۔ یہ سن کر دسترخوان پر جناب علیؑ مرتضیٰ نے اپنے سامنے رکھی ہوئی روٹی اٹھائی اور جا کر سائل کو دے دی۔ ان کی تقلید میں سب نے اپنی اپنی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے سو گئے۔ الغرض تینوں روز ایسا ہوتا رہا کہ افطاری کے وقت ایک سائل درِ دولت پر آ کر صدا دیتا کہ میں بھوکا ہوں اور سب اپنی اپنی روٹی اٹھا کر سائل کو

Marfat.com

دے دیتے اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے سو جاتے۔

تیسرے روز رسالت مآبؐ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ آپؐ نے جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ''ابھی ابھی جبرائیل آپ کی تعریف، اور توصیف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ دہر لے کر نازل ہوئے تھے۔'' حضور اکرمؐ نے وہ پوری سورۃ سنائی۔ یہ وہی سورۃ ہے جس کے ابتدائی الفاظ ہیں ھل اتیٰ۔ اسی بنا پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی میں جس کا عنوان ہے ''درمعنی حریت اسلامیہ وسر حادثہ کربلا'' جناب امیرؑ کی شان اور مرتبے کی وضاحت کرتے ہوئے اور جناب سیدہؑ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ہے:

بانوئے آں تاجدارِ ہل اتیٰ مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا

5- اللہ تعالیٰ کی اطاعت ایمان کا بنیادی جزو ہے لیکن رب العالمین چوتھی سورۃ النساء کی انسٹھویں آیت کے شروع میں ارشاد فرما رہا ہے:

یآیھا الذین......الامر منکم ج O

اس کا اردو ترجمہ ہے:

''اے ایمان والو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ رسول خداؐ کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں۔''

تمام اہم مفسرین نے بارہ آئمہ اطہار کو صاحبان امر قرار دیا ہے اور امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

6- ''اطاعت'' کی طرح اہل ایمان کے ولی یعنی ''سرپرست'' کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ دیگر مصطفےٰ اور مجتبےٰ ہستیوں کو بھی اہل ایمان کی سرپرستی سونپ چکا ہے۔ قرآن مجید کی پانچویں سورۃ المائدہ کی پچپنویں آیت میں رب العالمین ارشاد فرما رہا ہے:

Marfat.com

انما ولیکم اللہ...... وھم رٰکعونo

اس کا اردو ترجمہ ہے:

"یقیناً اللہ تمہارا سرپرست ہے۔ اس کے رسول (حضرت محمدؐ مصطفٰے) تمہارے سرپرست ہیں اور وہ بھی تمہارے سرپرست ہیں جو اہل ایمان ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔"

تمام قابل ذکر مورخین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؓ نے نماز کی ادائیگی کے دوران میں رکوع کی حالت میں سائل کو اپنی انگلی میں پہنی ہوئی چاندی کی انگشتری زکوٰۃ کے طور پر ادا فرمائی تھی۔

7- جن قارئین نے مسلمانوں کی تاریخ میں جنگِ احد کی تفصیلات کا مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ جب لشکرِ اسلام کے ان تیر اندازوں نے جناب رسالت مآبؐ کی اطاعت کو نظر انداز کر دیا تھا اور ابوسفیان کی پیادہ فوج کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر اس گھاٹی کو خالی چھوڑ دیا تھا جس پر پیغمبر اسلام نے انہیں تعینات فرمایا تھا اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ "اگر تم لشکرِ اسلام کو پسپا ہوتے دیکھو تو یہ گھاٹ چھوڑ کر اس کی مدد کو نہ آؤ اور اگر لشکر کفار کو بھاگتے ہوئے دیکھو تو ان کا پیچھا کرنے کے لیے اپنے لشکر کی مدد کو مت آنا۔" لیکن ان تیر اندازوں میں سے اکثر نے کفار کے پیادہ لشکر کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر مالِ غنیمت کے حصول کی خاطر گھاٹی کو خالی چھوڑ دیا، چنانچہ اس طرف سے کفار کے گھوڑوں پر سوار دستوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ بہت سے مسلمان اللہ کی نافرمانی کر کے میدان جنگ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

Marfat.com

اسی اثناء میں شیر خدا حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کی تلوار ٹوٹ گئی اور آپ نے حضورؐ سے اس کے بدلے میں تلوار طلب کی تو جناب جبرائیل علیہ السلام ذوالفقار لے کر نازل ہوئے۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی ستاونویں سورۃ الحدید کی پچیسویں آیت میں تفصیل سے آیا ہے اور اس آیت میں جنابِ شیرِ خدا کی مدح میں اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے:

لقد ارسلنا...... ان اللہ قوی عزیز O

اردو ترجمہ ہے:

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح اور روشن معجزے دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ (انصاف کے لیے) ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم ہی نے لوہا نازل کیا جس میں جنگ کے لیے بے پناہ طاقت اور لوگوں کے لیے بہت سی نفع (کی باتیں) ہیں۔ تاکہ خدا یہ دکھا دے کہ مخفی طور پر خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ بے شک خدا ہی طاقتور ترین اور قوی تر ہے۔"

گویا اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہے کہ اس کے اور اس کے رسولوں کے مددگار حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ ہی تھے۔

8- امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کے فضائل سے متعلق سید المرسلینؐ کی بہت سی احادیث بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہیں، ان میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

☆ میںؐ علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

Marfat.com

☆ جو علیؑ کی اطاعت کرتا ہے، وہ میریؐ اطاعت کرتا ہے اور جو میری اطاعت کرتا ہے، وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

☆ دیکھو! یہ علیؑ ہے، یہ ہمیشہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔

☆ علیؑ متقین کا امام ہے، جو اس کی طرف متوجہ رہتا ہے، وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے اور جو اس کی طرف پیٹھ پھیر لیتا ہے، وہ بھٹک جاتا ہے۔

☆ علیؑ مجھؐ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں۔

☆ تمہارے درمیان میرے اہلِ بیت کشتیٔ نوحؑ کے مانند ہیں، جو اس سے وابستہ رہتے ہیں وہ محفوظ رہیں گے، جو اس سے منہ پھیر لیں گے، وہ تباہ ہو جائیں گے۔

☆ علیؑ اس جہان میں بھی امام ہیں اور اگلے جہان میں بھی۔

☆ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

☆ میرے بعد علیؑ کی پیروی کرو، یہ ہمیشہ نیکی کی جانب تمہاری راہنمائی کرے گا، نیکی سے دوری کی طرف نہیں۔

☆ تمہارے درمیان صرف علیؑ کی ذات ایسی ہے جو قرآنی آیات کے مطالب کی وضاحت کر سکے گی اور اس کے معنی سمجھا سکے گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں تمہیں ہر وحی سے آگاہ کرتا ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے آگاہ کیا کہ علیؑ پیشوائی کی علامت اور دلیل ہیں۔ یہ میری امت کی صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کریں گے اور اسے اس پر گامزن رکھیں گے۔

☆ میرے بعد جب کبھی لاقانونیت اور نفاق ہوگا، علیؑ اپنے قول و فعل سے حق کی نشاندہی کریں گے۔

Marfat.com

☆تم سب میں سے علیؑ سب سے زیادہ علم و حکمت والا ہے، سب سے زیادہ دیانتدار اور قابل اعتماد منصف ہے جو سچ اور جھوٹ میں فرق کی وضاحت کر سکتا ہے۔

☆حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ۔

9- محققین، مورخین اور مصنفین نے جو القاب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کے لیے عام طور سے استعمال کیے ہیں، ذیل میں ان میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں کہ ان میں بھی آپؑ کے فضائل کی جھلک نظر آتی ہے۔

☆مولودِ کعبہ	☆نفسِ رسولؐ	☆کلِ ایمان
☆لافتےٰ	☆کرار، غیرِ فرار	☆امیر المومنینؑ
☆المرتضیٰ	☆بابُ العلم	☆امام المتقین
☆تاجدار ھل اتٰی	☆مظہرِ العجائب	☆اسداللہ الغالب
☆لسان اللہ	☆یداللہ	☆عین اللہ
☆وجہ اللہ	☆ولی اللہ	☆مولا
☆اخیٔ رسول اللہ	☆صدیقِ اکبر	☆فاروق الاعظم
☆ابوالائمہ	☆ابوتراب	☆سیف اللہ
		☆بائے بسم اللہ

10- ہر قابلِ ذکر مفسر اور مورخ اس امر پر متفق ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ، حضرت محمدؐ مصطفیٰ کی رسالت پر ایمان لائے اور ان کے رسولؐ ہونے کی تصدیق کی اور آپؑ نے دعوتِ عشیرہ کے موقع پر بھری محفل میں نہ صرف اس کا اعلان کیا بلکہ رسولؐ خدا کو کارہائے رسالت میں مکمل طور پر مدد فراہم کرنے کا اعلان بھی فرمایا۔

قرآن مجید کی 39 ویں سورۃ الزمر کی 33 ویں آیت میں ارشاد ربانی ہوا:

والذی جآءَ بالصدق...... هم المتقونO

Marfat.com

اردو ترجمہ ہے:

"اور یاد رکھو کہ جو شخص (رسولؐ) سچی بات لے کر آیا اور جس نے (حضرت علیؑ) اس کی تصدیق کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔"

یعنی رسولِ خدا اور ان کی رسالت کی تصدیق کرنے والی ہستی دونوں کو پرہیزگار قرار دیا گیا۔

11- حبیب کبریا جناب محمد مصطفےٰؐ کی رحلت کے بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا اور ایسے واقعات رونما ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی "خواہش کے مطابق" نبوت کے بعد امامت معاشرے میں نافذ نہ ہو سکی۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس کے بارے میں بعض آیات کے ذریعے وہ اس کے واضح اشارے دے چکا تھا۔ امامت کے نفاذ کے بارے میں اس نے پہلا اشارہ اس وقت دیا جب سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 124 میں ارشاد ربانی ہوا:

واذ ابتلٰی ابرٰھم...... عھدے الظّٰلمینo

"جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان پر پورے اترے تو خدا نے فرمایا، میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ (حضرت ابراہیمؑ نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا ہاں (مگر) میرے اس عہدے پر ظالموں میں سے کوئی فائز نہیں ہو سکتا۔"

اس کے علاوہ خدا اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؓ کا انتخاب، امامِ اول کے طور پر بھی فرما چکا تھا اور اس کا اظہار بھی اس نے

Marfat.com

سورۃ یٰسین کی بارہویں آیت میں فرما دیا تھا۔ ارشاد ہوا تھا:

انا نحن نحی......فی امام مبین O

اردو ترجمہ ہے:

''ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے (اس کو) اور ان کے تمام آثار کو ہم لکھتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کا ایک (واضح اور روشن) امام مبین میں احصاء کر دیا ہے (یعنی ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو دے دیا ہے۔)''

تو گویا حضورؐ نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کا تعارف بطور امامِ اول بھی خود ہی کرا دیا۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ جو آیات اہلبیتِ اطہار کی فضیلت بیان کرنے کے لیے نازل ہوئیں، ان سب فضائل کا اطلاق بھی جناب امیرؑ پر ہوتا ہے کہ اہلبیتِؑ اطہار میں پہلے فرد آپ ہی تھے۔

اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کے بے شمار ارشادات ایسے ہیں جن کا مقصد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؓ کے فضائل بیان کرنا تھا۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر دنیا میں موجود سارے پانی کی سیاہی تیار کر لی جائے اور جتنے درخت موجود ہیں ان کے قلم تیار کر لیے جائیں اور جناب علیؑ مرتضٰی کے فضائل تحریر کرنا شروع کیے جائیں تو وہ ساری سیاہی ختم ہو جائے گی، قلم بیکار ہو جائیں گے مگر اُن کے سارے فضائل ضبطِ تحریر میں نہ لائے جا سکیں گے کہ یہ لاتعداد ہیں۔

OOOO

Marfat.com

جن کتب سے استفادہ کیا گیا

Bibliography

1. The Holy Qur'an
(Translation by S.V.Mir Ahmad Ali, with special notes from Ayatullah Agha Haji Mirza Mahdi Pooya Yazdi)
2. Ali Shriati (Dr.)
'Hussain Heir to Adam'
'A Glance at the Future'
'Thoughts of Shariati'
'Ali The Superman'
'Fatima is Fatima'
3. The Holy Qura'n
(Translation & notes by Maulana Farman Ali)
4. Ashari Jafri 'Peak of Eloquence' (Nahjul Balagha)
5. George Jordac 'The Voice of Human Justice'
6. Hafiz Kafayat Hussain 'Kafayat-ul-Waizeen Part I, II & III)
7. Haji Mirza Mehdi Pooya 'Genuineness of the Holy Qur'an'
8. Hakim Mahmood Ahmad Zafar "Syed-na-Ali (RA)'
9. I.A.Akram (Lt Gen) 'The Sword of Allah'
10. Ibn-e-Athir "Al-Kamil fil Tarikh'
11. Ibn-e-Hisham "Al Seerat al Nabawiyya'
12. Ibn-e-Ishaq 'The Life of Mohammad' (PBUH and HD)

Marfat.com

13. Ibn Saad 'Al-Tabaqat-ul-Kubra'
14. Mufti Jafar Hussain
'Seerat-e-Amir-ul-Momnieen'
'Nahjul Balagha'
15. Maulana Nazrat Hussain "Shahadat-e- Walayat-e-Ali'
16. Murtaza Mutahri
'Ali's Attraction and Repulsion'
'The Human Beings in the Qur'an'
17. N. Tawheedi 'A Glance at the Life of the Holy Prophet (PBUH&HD)
18. Sheikh al-Mufeed 'The Book of Guidance' (Translated by I.K.A.Howard)
19. Sir william Muir 'The Caliphate, its Rise, Decline and Fall'
20. Syed Ameer Ali 'The Spirit of Islam'
21. Syed G.A.Kazmi (Capt.) 'The History of Islam'
22. Yousuf N.Lalji 'Ali The Magnificient'
23. Ali, The Manifesting Imam Brige (R) S.A.I. Tirmazi

Marfat.com